نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظه حتی یبلغه

بانی
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

شمارہ نمبر 139 | جمادی الآخر 1438ھ | مارچ 2017ء

ہم اس بات کی دل، زبان اور عمل سے گواہی دیتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللّٰہ، اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اللہ ہی حاکم اعلیٰ، قانون ساز، حاجت روا، مشکل کشا اور فریاد رس ہے۔ ہم اس کی ساری صفات کو بلا کیف، بلا تمثیل اور بلا تعطیل مانتے ہیں۔ وہ سات آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔ کما یلیق بشأنه، اس کا علم اور قدرت کائنات کی ہر چیز کو محیط ہے۔ اور ہم اس بات کی دل، زبان اور عمل سے گواہی دیتے ہیں کہ محمد رسول اللّٰہ، سیدنا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ خاتم النّبیین، امامِ کائنات، افضل البشر، ہادیٔ برحق اور واجب الاتباع ہیں۔ آپ کی نبوت، امامت اور رسالت قیامت تک ہے۔ آپ کا قول، عمل اور اقرار سب حجت برحق ہے۔ آپ کی سچی پیروی میں دونوں جہانوں کی کامیابی کا یقین ہے اور آپ ﷺ کی نافرمانی میں دونوں جہانوں کی ناکامی اور تباہی کا یقین ہے۔ اعاذنا اللّٰہ منه

احسن الحدیث | فقہ الحدیث | توضیح الاحکام | فضائل و مناقب | تحقیق و تنقید

مکتبۃ الحدیث حضرو، اٹک پاکستان

تعارف

جامعہ اہل الحدیث حضرو ضلع اٹک

- عرصہ دراز سے محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی زیرِ نگرانی دینِ حنیف کی خدمت میں مصروف عمل رہا ہے۔
- جامعہ سے اب تک بیسیوں حفاظ، علماء اور محققین فیض یاب ہو چکے ہیں جو ملک و بیرونِ ملک دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔
- جامعہ ہذا محدث العصر رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اسی منہج کے مطابق علمی فروغ کے لیے کوشاں ہے۔

ادارے میں درج ذیل شعبہ جات قائم ہیں

تحفیظ القرآن: کم سے کم مدت میں پختہ منزل کے ساتھ قرآن مجید حفظ کرایا جاتا ہے اور بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ یہ شعبہ ماہر اساتذہ کی نگرانی میں کامیابی کی طرف گامزن ہے۔

تجوید القرآن: جس میں اصولِ تجوید کے مطابق مشق، حدر اور منزل پختہ کرانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

درسِ نظامی: چھ سالہ کورس، وفاق المدارس السلفیہ کے نصاب کے عین مطابق ہے۔ عصری علوم کا ذوق رکھنے والے ذہین و فطین طلباء کی بھرپور حوصلہ افزائی اور مکمل راہنمائی کی جاتی ہے۔

جامعہ عائشہ للبنات: جس میں طالبات کی تعلیم و تربیت کے لیے چار سالہ درس نظامی کا کورس ہے۔

تحقیق و تصنیف: اس شعبے میں اہم موضوعات پر کتاب و سنت کی روشنی میں تحقیق و تنقیح کے بعد کتابیں تصنیف کی جاتی ہیں جو ایک عرصے سے خوش اسلوبی کے ساتھ یہ فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔

لائبریری: ملک کی چند اہم اور بڑی لائبریریوں میں اس کا شمار ہوتا ہے جس میں حدیث، تفسیر، اسماء الرجال، تاریخ، ادب اور دیگر کئی موضوعات پر نادر کتب موجود ہیں۔ جگہ کی تنگی کے باعث لائبریری کو مزید وسعت دی جا رہی ہے، دوسرے فلور کی تعمیر کا آغاز عنقریب ہو رہا ہے جو یقیناً احباب کی توجہ کا حامل پروجیکٹ ہے۔ بعض موضوعات پر ریسرچ کرنے کے لیے دور دراز سے آنے والے ریسرچرز کی رہائش اور کھانا ادارے ہی کے ذمے ہے۔

دار الافتاء: روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل کا حل کتاب و سنت کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ خط کتابت، انٹرنیٹ اور فون کے ذریعے سے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بعض حضرات بنفس نفیس حاضر ہوتے ہیں اور قلبی اطمینان کے بعد واپس جاتے ہیں۔

مجلہ اشاعۃ الحدیث: خالص کتاب و سنت کی دعوت پر مبنی ہے جو عرصہ بارہ (۱۲) سال سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ متلاشیانِ حق کے لیے مشعل راہ ہے اور بے شمار لوگ اس کے ذریعے سے دعوتِ حق قبول کر چکے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس رسالے کو ہر سو عام کیا جائے اور اس کی مسلسل اشاعت کے لیے بھرپور تعاون کیا جائے۔

الداعی الی الخیر حافظ شیر محمد الاثری مدیر جامعہ اہل الحدیث حضرو
0300-5288783

Account No: 0010016983950020 Branch Code: 0105 Allied Bank Hazro

139

نضر اللہ امرأ اسمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

ماہنامہ اشاعة الحدیث حضرو

جلد: 13 | جمادی الآخر 1438ھ | مارچ 2017ء | شمارہ: 03

بانی

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مدیر

حافظ ندیم ظہیر

معاون مدیر

نصیر احمد کاشف

قیمت

فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 500 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

بذریعہ ایزی پیسہ

ID Card No:
37405-0348363-7
Mobile:
نصیر احمد کاشف: 0301-4112248

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث حضرو، اٹک پاکستان

ishaatulhadith@gmail.com

ishaatulhadith.com ishaatulhadith

0300-8663828

ناشر حافظ شیر محمد الاثری 0300-5288783 مقامِ اشاعت مکتبۃ الحدیث حضرو ضلع اٹک

اس شمارے میں

تفسیر سورۂ مائدہ (۴۱)

﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۚۖ وَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ (المآئدۃ: ٤١)

”اے رسول! آپ کو وہ لوگ غمگین نہ کریں جو کفر میں دوڑ کر جاتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے مونہوں سے کہا: ہم ایمان لائے، حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے اور ان لوگوں میں سے جو یہودی بنے، بہت سننے والے ہیں جھوٹ کو، بہت سننے والے ہیں دوسرے لوگوں کے لیے جو آپ کے پاس نہیں آئے، وہ کلام کو اس کی جگہوں کے بعد پھیر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں: اگر تمھیں یہ دیا جائے تو لے لو اور اگر تمھیں یہ نہ دیا جائے تو بچ جاؤ، اور وہ شخص کہ جسے اللہ فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو آپ اس کے لیے اللہ سے ہرگز کسی چیز کے مالک نہیں ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے نہیں چاہا کہ ان کے دلوں کو پاک کرے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔“

فقہ القرآن:

☆ ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ...... ﴾ منافقین کے کردار سے نبی کریم ﷺ کو جو رنج پہنچا تو اس پر تسلی دینے کے لیے فرمایا کہ آپ ان لوگوں کی وجہ سے رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ ﴿ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ﴾ یہ لوگ تو زبانی ایمان کے دعوے کر رہے ہیں، ان کا دل ایمان سے خالی ہے، چنانچہ ایسے لوگوں کی وجہ سے آپ قطعاً غمگین

نہ ہوں جو کسی بھی وقت کفر کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔

☆ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو لایا گیا جو زنا کے مرتکب ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے دریافت کیا: ''تم اپنی کتاب (تورات) میں اس کی سزا کیا پاتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ہمارے علماء نے اس جرم کی سزا، چہرے کو کالا کرنا اور گدھے پر الٹا سور کرنا تجویز کی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انہیں تورات لانے کا کہیں۔ تورات لائی گئی تو ان میں سے ایک شخص نے آیت رجم پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس کے آگے پیچھے کی آیات پڑھنے لگا۔ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: اپنا ہاتھ اٹھاؤ، تو دیکھا کہ آیت رجم اس کے ہاتھ کے نیچے تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے متعلق حکم دیا تو ان دونوں کو سنگسار کر دیا گیا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہیں بلاط کے پاس رجم کیا گیا تھا۔ میں نے یہودی آشنا کو دیکھا کہ وہ اپنی داشتہ کو بچانے کے لیے اس پر جھک جھک پڑتا تھا۔ (صحیح بخاری: ۶۸۱۹)

☆ امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا: صحیح ترین قول یہی ہے کہ یہ آیت ایک یہودی مرد و عورت کے زنا اور رجم کے قصے میں نازل ہوئی۔ (الجامع الاحکام القرآن: ۷/ ۴۷۵)

☆ ﴿ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ ﴾ سَمَّاعٌ (واحد) سَمْعٌ مصدر سے صیغہ مبالغہ ہے، یعنی خوب کان لگا کر سننے کو کہتے ہیں۔ تفسیر السعدی (۱/ ۶۸۶) میں مذکور ہے۔ ''﴿ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ ...... ﴾ جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کے لیے، وہ جاسوس ہیں دوسرے لوگوں کے جو آپ تک نہیں آئے، یعنی اپنے سرداروں کی آواز پر لبیک کہنے والے، ان کے مقلد، جن کا تمام تر معاملہ جھوٹ اور گمراہی پر مبنی ہے اور یہ سردار جن کی پیروی کی جاتی ہے ﴿ لَمْ يَاْتُوْكَ ...... ﴾ آپ کے پاس کبھی نہیں آئے، بلکہ وہ آپ سے روگردانی کرتے ہیں اور اسی باطل پر خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔''

☆ ﴿ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ﴾ یعنی تورات میں تحریف کر کے اس کے الفاظ بھی بدل دیتے اور اس کی باطل تاویلیں بھی کرتے ہیں۔ سورۂ نساء (۴۶) میں: ﴿ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ﴾ ہے، ان دونوں آیتوں کو ملانے سے مطلب یہ ہوا کہ

ان لوگوں نے کہیں تورات کے لفظوں کے معنی غلط تراشے ہیں تو کہیں تورات کے لفظوں کو بدل ڈالا ہے، یعنی یہود نے تورات میں لفظی و معنوی دونوں طرح کا تغیر و تبدل کیا ہے۔

☆ ﴿ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ ...... ﴾ یہودی (زنا کے مرتکبین کو بطور مشورہ) کہتے: محمد ﷺ کے پاس جاؤ، اگر وہ تمہیں (یہی) منہ کالا کرنے اور کوڑے لگانے کا حکم دیں تو قبول کر لینا اور اگر رجم کا فتویٰ دیں تو احتراز کرنا۔ (صحیح مسلم: ۱۷۰۰)

☆ ﴿ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ﴾ جسے اللہ تعالیٰ فتنے میں ڈالنے (گمراہ کرنے) کا ارادہ کر لے۔ آپ اس کے لیے اللہ کے ہاں کچھ نہیں کر سکتے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''آپ جسے پسند کریں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔'' (القصص: ۵۶)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں کو کفر و نفاق سے پاک نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین ہدایت کے مطابق ہی انہیں ہدایت مل سکتی ہے، جبکہ یہ ان سے روگردانی کر رہے ہیں، چنانچہ ان کے لیے ﴿ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔

اعتذار

قارئین کرام! ہم بھرپور محنت اور پوری کوشش کرتے ہیں کہ پروف ریڈنگ کی کوئی غلطی نہ آئے لیکن انسان ہونے کے ناطے سے نادانستہ کمی کوتاہی رہ جاتی ہے جو یقیناً سہواً ہوتا ہے نہ کہ جان بوجھ کر۔ ماہ جنوری کے شمارہ: 137 کے ص 28 پر پیسٹنگ کی غلطی سے ''ولا عما تسئلون'' لکھا گیا ہے، جبکہ صحیح اور درست ﴿ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ہے۔ ہم اللہ رب العزت سے درگزری کا سوال کرتے ہیں۔

٥٤٧: **وَعَنْهَا**، قَالَتْ: كُنْتُ اَشْرَبُ وَاَنَا حَآئِضٌ، ثُمَّ اُنَاوِلُهُ النَّبِیَّ ﷺ فَیَضَعُ فَاهُ عَلٰی مَوْضِعِ فِیَّ، فَیَشْرَبُ، وَاَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ، وَاَنَا حَآئِضٌ، ثُمَّ اُنَاوِلُهُ النَّبِیَّ ﷺ فَیَضَعُ فَاهُ عَلٰی مَوْضِعِ فِیَّ. رَوَاهُ مُسْلِم

(۵۴۷) اوران (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) ہی سے روایت ہے کہ مَیں ایام مخصوصہ میں کوئی چیز پی کر نبی کریم ﷺ کو دے دیتی تو آپ اپنا منہ میرے منہ والی جگہ پر رکھ کر پی لیتے۔ میں دانتوں کے ساتھ ہڈی سے گوشت نوچتی جبکہ میں حائضہ ہوتی تھی، پھر وہ نبی ﷺ کو دیتی تو آپ میرے منہ والی جگہ پر اپنا منہ رکھتے (اور بوٹی کھاتے تھے)۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم: ١٤/ ٣٠٠(٦٩٢)۔

فقه الحدیث:

① حالت حیض میں نہ صرف عورت کے ساتھ مل بیٹھ کر کھایا جا سکتا ہے بلکہ اس کے جھوٹے میں بھی قطعاً کوئی حرج نہیں۔

② یہودی وغیرہ جو اس دوران میں عورت سے حقارت آمیز رویہ اپناتے ہیں، مذکورہ حدیث میں اس کی تردید ہو رہی ہے۔

③ میاں بیوی کے تعلقات کیسے ہونے چاہئیں اور انہیں بہترین سے بہتر کس طرح بنایا جا سکتا ہے، اس سلسلے میں یہ حدیث مشعل راہ ہے۔

٥٤٨: **وَعَنْهَا**، قَالَتْ: كَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَتَّكِئُ فِیْ حِجْرِیْ وَاَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

(۵۴۸) ان ہی (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ میری گود کو تکیہ بناتے، پھر قرآن پڑھتے جبکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ متفق علیہ

تخریج: صحيح البخاري: ٢٩٧؛ صحيح مسلم ١٥/ ٣٠١(٦٩٣)۔

فقه الحدیث:

دیکھئے حدیث سابق (۵۴۵)۔

٥٤٩: **وَعَنْهَا**، قَالَتْ: قَالَ لِىَ النَّبِىُّ ﷺ: **«نَاوِلِيْنِى الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ»** فَقُلْتُ: اِنِّىْ حَآئِضٌ، فَقَالَ: **«اِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِىْ يَدِكِ»**. رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۵۴۹) ان (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''مجھے مسجد سے چٹائی پکڑا دو۔'' میں نے عرض کیا: میں تو حائضہ ہوں! آپ نے فرمایا: ''یقیناً تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم: ١١/ ٢٩٨(٨٦٩)۔

٥٥٠: **وَعَنْ** مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّىْ فِىْ مِرْطٍ، بَعْضُهُ عَلَىَّ وَبَعْضُهُ عَلَيْهِ، وَاَنَا حَآئِضٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۵۵۰) سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک اُونی چادر میں نماز پڑھتے جس کا کچھ حصہ مجھ پر ہوتا اور کچھ آپ پر، جبکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ متفق علیہ

تخریج: صحيح البخاري: ٣٧٩؛ مسلم: ٢٧٣ / ٥١٣(١١٤٦)۔

فقه الحدیث:

① حالت نماز میں حائضہ عورت سے جسم یا لباس کے مَس ہو جانے میں کوئی حرج نہیں اور یہ نماز پر بھی اثر انداز نہیں ہوتا، نیز دیکھئے حدیث سابق (۵۴۵) وغیرہ۔

❋❋❋

''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ''

''اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَ اَصِيْلًا''

بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم

سوال سنن ابی داود کی ایک روایت (۵۳۸) کو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے پہلے حسن، پھر ضعیف قرار دیا۔ اب بعض افراد اس کو شیخ رحمہ اللہ کا رجوع کہہ کر بدعتی کی امامت کو صحیح کہتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے جسے کافر نہیں کہا گیا قادیانیوں کی طرح، اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ اس کا تسلی بخش جواب دے دیں، جزاك الله خیرًا۔

(شفقت حسین، میر پور آزاد کشمیر)

جواب ان افراد پر تعجب ہے کہ انھوں نے اپنے خود ساختہ مفہوم کو شیخ محترم رحمہ اللہ کا رجوع قرار دے دیا ہے، کیونکہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے محض مذکورہ روایت کی بنیاد پر یہ موقف نہیں اپنایا تھا کہ بدعتی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، بلکہ اور بہت سے دلائل ہیں جن کی بنا پر یہ موقف اختیار کیا گیا ہے اور وہ دلائل شیخ رحمہ اللہ کی تالیف ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' میں دیکھے جا سکتے ہیں، لہٰذا یہ کہنا کہ مذکورہ روایت ضعیف ہونے سے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہو گیا، بالکل غلط اور لاعلمی پر محمول ہے۔

یاد رہے امامت ایک عظیم الشان منصب ہے، اس کا حامل صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو شرک و بدعت اور خرافات و رسومات سے محفوظ ہو۔ کسی شرک و بدعت کے مرتکب شخص اور گمراہ کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے قبلہ رخ تھوکنے سے منع کیا ہے۔

دیکھئے صحیح بخاری (۱۲۱۳) صحیح مسلم (۵٤۷) وغیرہ اور رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو محض قبلے کی طرف تھوکنے کی وجہ سے منصبِ امامت سے ہٹا دیا تھا۔ (ملاحظہ

ہو:سنن ابي داود : ٤٨١ ، وسنده حسن)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ».

''جس شخص نے کسی بدعتی کی توقیر کی تو (گویا) اس نے اسلام کو گرانے میں مدد کی۔'' (كتاب الشريعة للآجری: ٢٠٤٠ وسنده صحيح)

اہل بدعات کے پیچھے نماز پڑھنا ان کی تکریم و تعظیم کے مترادف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يُصَلُّوْنَ لَكُمْ فَإِنْ أَصَابُوْا فَلَكُمْ وَإِنْ أَخْطَاؤُا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ».

''وہ (امام) تمھیں نماز پڑھاتے ہیں۔ اگر انہوں نے صحیح پڑھائی تو تمہارے لیے (اجر وثواب) ہے اور اگر غلطی کی تو بھی تمہارے لیے (اجر وثواب) ہے اور (غلطی کا وبال) ان پر رہے گا۔''

بعض لوگ اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ امام خواہ کیسا ہی بدعقیدہ ہو اس کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے، حالانکہ دلائل وقرائن کی رو سے یہ استدلال باطل اور مردود ہے۔

جمہور علماء ومحدثین کے نزدیک اس سے مراد ارکان وشرائط اور خشوع وخضوع ہے، نیز دیکھئے الكاشف عن حقائق السنن للطيبی ٣/ ٦٧، عمدة القاري للعيني ٥/ ٢٢٨ وغیرہ۔ یعنی اگر امام صحیح طور پر ارکان کی ادائیگی نہیں کرتا تو اس صورت میں مقتدی کی نماز صحیح ہوگی اور اسے اعادۂ نماز کی ضرورت نہیں۔

مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام بغوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اس حدیث میں دلیل ہے کہ اگر امام حالتِ جنابت میں یا بغیر وضو کے لوگوں کو نماز پڑھادے تو لوگوں کی نماز صحیح ہے اور امام پر اعادۂ نماز ہے۔'' (شرح السنة : ٢/ ٤٠٣)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«سَيَأْتِيْ أَقْوَامٌ أَوْ يَكُوْنُ أَقْوَامٌ يُصَلُّوْنَ الصَّلَاةَ فَإِنْ اَتَمُّوْا فَلَكُمْ

وَلَهُمْ وَإِنْ نَقَصُوْا فَعَلَيْهِمْ وَلَكُمْ»

(صحيح ابن حبان: ٢٢٢٨ ، وسنده حسن)

''عنقریب ایسے لوگ ہوں گے جو نماز پڑھائیں گے۔اگر انھوں نے مکمل نماز پڑھائی تو تمہارے لیے اور ان کے لیے (اجر) ہے اور اگر انھوں نے کمی کی تو (اس کا وبال) ان پر ہے اور تمھارے لیے (اجر) ہے۔''

یہ حدیث، صحیح بخاری کی حدیث کی بہترین تشریح ہے اور یہ معلوم ہے کہ ''اَلْحَدِیْثُ یُفَسِّرُ بَعْضُهَا بَعْضًا''

خلاصة التحقيق:...... ہر کلمہ گو کی اقتدا میں نماز پڑھنے سے متعلق جو روایات واضح اور صریح ہیں وہ اپنے تمام طرق کے ساتھ سخت ضعیف ہیں اور جن صحیح احادیث سے یہ مفہوم کشید کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، دلائل وقرائن اس کی تردید کرتے ہیں، لہٰذا صرف صحیح العقیدہ اور متبع سنت امام کے پیچھے ہی نماز ادا کرنی چاہیے۔اس مسئلے کی تفصیل کے لیے استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' کا مطالعہ بہت مفید رہے گا۔ان شاء اللہ

اظہار تعزیت

مولانا عبدالرزاق ابراہیم حفظہ اللہ، شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم المحمدیہ اہل حدیث، بدین سندھ کی والدہ ماجدہ ۳ جنوری ۲۰۱۷ء کو وفات پا گئی ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ عقیدہ توحید پر سختی سے عمل پیرا تھیں اور صوم وصلاۃ کی پابند اور نیک سیرت خاتون تھیں۔اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ان کی سیئات سے درگزر فرما کر ان کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس عطا فرمائے۔ان کے ورثاء کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین۔ (ادارہ مکتبہ الحدیث حضرو ضلع اٹک)

دوستی اور دشمنی اللہ کے لیے

امام ابوداود سلیمان بن اشعث السجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ شَابُوْرٍ عَنْ يَحْيٰى بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: **«مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَ أَبْغَضَ لِلّٰهِ وَ أَعْطَى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ»**

سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جس نے اللہ کے لیے محبت کی، اللہ کے لیے دشمنی کی، اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روک لیا تو بلاشبہ اس نے ایمان کو مکمل کر لیا۔‘‘

حکم الحدیث: إسناده حسن

تخریج الحدیث: سنن ابی داود، کتاب السنة، باب الدلیل علی زیادة الإیمان ونقصانه، ح: ٤٦٨١، وأخرجه الطبرانی فی الکبیر: ٨/ ١٧٧، ح: ٧٧٣٧، طبرانی کی روایت یحیٰ بن یحیٰ الذماری کے واسطے سے اسی سند کے ساتھ ہے اور یحیٰ خود ثقہ ہیں، جبکہ ان کے شیخ حسن الحدیث ہیں، اس حدیث کا ایک شاہد سنن الترمذی، آخر کتاب صفة القیامة، ح: ٢٥٢١ میں ہے، جسے حاکم (٢/ ١٦٤) نے صحیح علی شرط الشیخین قرار دیا، اور امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے، اور اس کی سند حسن ہے۔

فقه الحدیث:

① یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، کیوں کہ محبت اور نفرت کم وزیادہ ہوتی رہتی ہے۔ دیکھیے: فتح الباری (١/ ٤٧)

② ایمان قول وعمل اور نیت پر مشتمل ہے۔

③ اہل ایمان کے مابین محبت و الفت فقط اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے، لہٰذا از حد

ضروری ہے کہ ایسی محبت جو اہل ایمان اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں رکھتے ہیں وہ ہر چیز سے زیادہ اور بڑھ کر ہونی چاہیے۔

④ کتاب اللہ کو سنت پر اس نسبت سے مقدم جانا جاتا ہے کہ سنت اپنے تمام پہلوؤں کے لحاظ سے کتاب اللہ کی ہی تشریح اور وضاحت ہوتی ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی محبت اور تمام امور میں آپ کی سنت کو اس لیے مقدم کیا جائے گا کہ اس کا بلا واسطہ تعلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کتاب مبین سے ہے۔

⑤ مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور بھائی چارے کی مثال جسد واحد کی طرح ہے۔

⑥ حدیث میں مشرکوں، کافروں اور اہل معاصی سے دشمنی اور بیزاری کی مشروعیت بھی واضح ہے، نیز برائی سے روکنا بھی ضروری ہے۔

⑦ اللہ کے لیے اسی کے راستے میں خرچ کرنا چاہیے، مثلاً: مساجد بنانا، محمد رسول اللہ ﷺ کی مبارک تعلیمات کی نشر واشاعت، جہاد اور دیگر اہم امور میں خرچ کرنا وغیرہ۔

⑧ معاصی اور ناجائز امور میں خرچ کرنے سے مکمل طور پر باز رہنا چاہیے۔

⑨ محبت ونفرت اور منع وعطا ہر چہار امور میں لوگ مختلف مراتب کے ہوتے ہیں۔

⑩ اللہ کے لیے محبت اور اسی کے لیے نفرت حلاوتِ ایمانی کا باعث ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَ أَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ»

"تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں بھی ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس چکھ لے گا: یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس کے نزدیک باقی ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہوں۔ وہ کسی سے محبت کرے تو محض اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرے۔ وہ کفر میں لوٹ جانا ایسے ہی ناپسند کرے جیسے آگ میں گرائے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔" [صحيح البخاري:١٦]

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

کمزور امیر، فرمانِ رسول ﷺ اور رجسٹرڈ فرقہ (قسط:۳)

۴ کمزور امارت کے دفاع میں چوتھی دلیل

اپنی کمزور امارت کو سہارا دینے کے لئے مسعود صاحب نے ایک دلیل دیتے ہوئے لکھا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے...... اے ایمان والوں، اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو امراء ہوں ان کی اطاعت کرو۔ (النسآء:59) اس آیہ مبارکہ سے اولوالامر کی اطاعت فرض ہوئی۔ اس آیت میں امراء کے ساتھ حکومت کی شرط اللہ تعالیٰ نے نہیں لگائی۔ لہٰذا ہر امیر کی اطاعت فرض ہے، اپنی طرف سے حکومت کی شرط کتاب اللہ پر زیادتی ہے اور یہ کفر ہے'' (امیر کی اطاعت ص2، طبع قدیم ص10، آئینہ دار ص219)

اسی طرح لکھا: ''امام کی اطاعت کے لئے حکومت کی کوئی شرط نہیں ہے''

(حوالہ بالا ص18، طبع جدید ص10، آئینہ دار ص232)

مسعود صاحب نے ''حکومت'' کو بلاوجہ ''شرط'' کا نام دے کر ''کتاب اللہ پر زیادتی اور کفر'' قرار دے دیا، حالانکہ امیر اور امام حکمران کو کہتے ہیں، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں وضاحت سے بیان ہوا۔ مسعود صاحب نے بھی ''حاکم وقت'' کا معنی بیان کیا ہے۔ جب برق صاحب نے لکھا: ''آپ نے پوری آیت نہیں پڑھی ''وَ اولی الامر منکم'' چھوڑ گئے ہیں۔ ساری آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہوا (اللہ، رسولؐ اور حاکم وقت (جو تم میں سے ہو کو مانو) اگر رسولؐ کی اطاعت کا یہی مطلب ہے کہ آپ کے تمام اقوال پر ایمان لاؤ۔ تو پھر حاکم وقت کی اطاعت پر بھی ایمان لانا پڑے گا''

تو مسعود صاحب نے برق صاحب کو کچھ اس طرح جواب دیا:

''جی نہیں اللہ نے **حاکمِ وقت** کے اقوال پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کے آگے فرمایا ہے کہ: فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ (النسآء:59) اگر تم کسی معاملہ میں اختلاف کرو تو اس کو اللہ اور رسولؐ کی طرف لوٹاؤ۔ یعنی اُمت کو **حاکم وقت**

سے اختلاف کا اختیار دیا۔ اس کے قول پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا، بلکہ اختلاف کر کے اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا۔ گویا قول رسولؐ خود سند ہے اس سے اختلاف کرنے کا نہ اختیار ہے نہ کسی دوسری طرف رجوع کا حکم ہے'' (تفہیم اسلام ص 192)

اطاعتِ رسول ﷺ کا عظیم مقام و مرتبہ بیان کرنے کے بعد مسعود صاحب نے لکھا:

''امیر کی اطاعت کا حکم صرف ایک آیت میں ہے، پھر اس آیت میں بھی حکمِ امیر کو آخری سند کا درجہ نہیں دیا گیا بلکہ اس سے اختلاف کی اجازت دی گئی ہے اور آخری سند اللہ اور رسولؐ کو بتایا گیا۔ اس وضاحت کے بعد یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور **حاکمِ ووقت** کی اطاعت کی نوعیت ایک ہی ہے۔ دونوں اطاعتوں میں بڑا فرق ہے۔

لہٰذا ان دونوں اطاعتوں کا مقابلہ غیر صحیح ہے، حاکم کی اطاعت کو کہیں بھی اللہ نے اپنی اطاعت نہیں کہا۔'' (حوالہ بالا ص 193)

مسعود صاحب کی ان تحریروں سے بھی واضح ہے کہ " اولی الامر "سے مراد امیر یعنی ''حاکم وقت'' ہے۔ جب اس آیت کے معنی میں یہ بات شامل ہے تو ''حکومت'' کے مفہوم بیان کرنے کو ''شرط'' قرار دے کر کتاب اللہ پر زیادتی اور کفر قرار دینا خود زیادتی ہے۔ جب تک مسعود صاحب نے رجسٹرڈ جماعت نہیں بنائی تھی اور کل عالم کی امارت کا دعویٰ نہیں کیا تھا تب تک وہ خود بھی اس کا درست مفہوم بیان کرتے رہے، لیکن رجسٹرڈ جماعت بنانے اور اپنی امارت کے دعویٰ کے بعد اسے ''کفر'' بنا دیا۔ اگر یہ کفر ہے تو مذکور بالا تحریر کی روشنی میں خود مسعود صاحب بھی کفر کے مرتکب ٹھہرے۔

بیشتر مقامات کی طرح ان کے بنائے کفر کے پھندے میں ان کی اپنی گردن بھی پھنسی نظر آتی ہے۔

دوسرا جواب: مسعود صاحب نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ ''امیر، امام'' حکمران ہوتا ہے، جیسا کہ بیان ہوا۔ حکمران کے پاس حکومت تو ہوگی، بغیر حکومت کے وہ حکمران کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ ایک ظاہری اور واضح بات ہے، اس میں اپنی طرف سے ''شرط'' لگانے والی کوئی بات ہے ہی نہیں۔

مثال کے طور پر ایک جاہل مطلق ''طبیب'' ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے، اس سے کوئی پوچھ لے کہ ''علم طب'' سے بھی جناب کا کچھ شغف رہا ہے؟

تو وہ جھٹ سے کہہ دے ''طبیب'' ہونے کے لیے ''علم طب'' کی شرط کسی حدیث میں نہیں۔ وہاں تو صرف ''علاج'' کرنے کروانے کا ذکر ہے۔ یا کوئی ''بے علم'' شخص ''عالم'' ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے۔ جب ان سے پوچھا جائے کہ جناب نے کچھ ''علم'' بھی حاصل کیا تو وہ فوراً کہہ دے ''عالم ہونے کے لیے علم کی ''شرط'' کسی آیت یا حدیث میں نہیں! مسعود صاحب تو اس دنیا میں رہے نہیں۔ ان کی رجسٹرڈ جماعت کا کوئی بھی فرد کسی آیت یا حدیث سے ایسے نادان لوگوں کی نادانی پر مبنی فرمائش پوری کر سکتا ہے!!! اور ''شرط'' لفظ کے ساتھ یہ بات دکھلا سکے تو وہ نادان بغلیں بجاتا ہوا خوشی سے پھولا نہ سماتا کہتا رہے:

''شرط'' دکھاؤ ''شرط'' دکھاؤ......

اس کی اس خوشی کو دیکھ کر صاحبانِ علم و دانش اس کی جہالت وحماقت کا یقین کر لیں گے کہ بدیہی امور کے لیے اپنی خود ساختہ فرمائش کر رہا ہے۔ جب عالم کہتے ہی اس کو ہیں جو زیورِ علم سے مزین ہو اور طبیب کہتے ہی اُس کو ہیں جو علم طب سے واقف ہو تو پھر ''شرط'' لفظ کا مطالبہ لغو ولایعنی ہے۔ بس اسی طرح جب امیر اور امام کہتے ہی حکمران کو ہیں اور حکمران وہی ہوتا ہے جس کی ''حکومت'' ہو تو پھر ''شرط'' لفظ کے ساتھ اس کی صراحت کا مطالبہ سوائے دھوکا وفریب کے اور کیا ہے؟

آخر رجسٹرڈ جماعت والے ان کو کیا جواب دیں گے جو امت کا ''خلیفہ'' بن بیٹھے ہیں۔ اگر وہ کہہ بیٹھیں کہ خلیفہ ہونے کے لیے ''حکومت'' شرط نہیں؟ جیسا کہ وہ کہہ بھی دیتے ہیں اور ساتھ ہی یہ حدیث بھی سنا دیتے ہیں کہ «مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰه فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ» ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں، جو شرط بھی اللہ کی کتاب (شریعت) میں نہ ہو وہ باطل ہے، اگرچہ ایسی سو شرطیں ہوں۔'' (صحيح البخاري: 2729)

کیا رجسٹرڈ جماعت والے ایسے مصنوعی ''خلیفہ'' کو ان کی فرمائش کے مطابق خلیفہ و خلافت کے لیے حکومت کی شرط دکھا سکتے ہیں؟ پھر جس طرح آپ لوگوں کو بتاتے ہیں کہ مرد بھی تو اپنے گھر کا حکمران ہوتا ہے، اس کی حکومت تو نہیں ہوتی (حالانکہ مرد صرف اپنے گھر کا حکمران ہوتا ہے اور گھر والوں پر اُس کی حکومت ہوتی ہے) اس طرح ''خلیفہ'' صاحب خلیفہ وخلافت کے مختلف معنی بتلا کر اپنی خلافت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بتایئے! آپ انھیں کیا جواب دیں گے؟ جو معقول جواب آپ انھیں دی گے وہی جواب ہماری طرف سے بانی رجسٹرڈ جماعت وارکان کے لیے ہوگا۔ الغرض اس طرح کی بدیہیات کے خلاف نامعقول باتوں کا سلسلہ کچھ مختصر نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے ''حکومت'' کی کوئی شرط نہیں لگائی، اولی الامر کے معنی ''حاکم وقت'' کے ہیں اور حاکم وقت وہی ہوگا جس کے پاس حکومت ہوگی۔ بغیر حکومت کے وہ حاکم وقت نہیں ہوسکتا۔ یہ الفاظ کے معنی ومفہوم بیان کرنا کہلائے گا نہ کہ ''شرط'' عائد کرنا۔ اسے زبردستی ''کفر'' قرار دینا بانی جماعت کی تکفیری ذہنیت کا شاخسانہ واختراع ہے اور عامۃ الناس کو دھوکے میں مبتلا رکھنے کی کوشش۔

۵ کمزور امارت کے دفاع میں پانچویں دلیل:

اپنی کمزور امارت کا دفاع کرتے ہوئے مسعود صاحب نے بطورِ دلیل لکھا: ''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ...... جب تین آدمی سفر کے لیے نکلیں تو انھیں چاہیے کہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں'' (ابوداود......) اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

(۱) سفر میں بھی بغیر امیر کے نہ رہے،

(۲) امیر سفر کے پاس نہ حکومت ہوتی ہے اور نہ اُسے کوئی خلیفہ مقرر کرتا ہے بلکہ حدیث کی رو سے مسافر خود کسی کو اپنا امیر مقرر کر لیتے ہیں۔

(۳) امیر بنانے کا مقصد سوائے اطاعت کے اور کچھ نہیں ہوسکتا اور

(۴) ایسے امیر کی اطاعت بھی ضروری ہے جس کے پاس حکومت نہ ہو۔

(امیر کی اطاعت ص 11، قدیم طبع ص 20-19، آئینہ دار 224-223)

جواب: ان باتوں کے کئی جوابات ہیں:

اول: امیر سفر والی کوئی مرفوع روایت محدثین کے اصول پر صحیح ثابت نہیں ہوتی۔ مفید مطلب چند روایات کی صحت ثابت کرنے کے لیے مسعود صاحب کا ایسے اصول کا انکار لغو ولا یعنی ہے۔ اگر چہ صحابہ کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے لیکن مسعود صاحب نے لکھا: ''صحابی کا قول یا فعل حجت شرعیہ نہیں ہے خصوصاً ایسی صورت میں کہ وہ کسی صحیح حدیث کے خلاف ہو'' (نماز اور زینت،ص9، آئینہ دار،ص458)

دوم: اگر یہ روایات صحیح ثابت ہو بھی جائیں تو سفر اور حَضَر کے مسائل مختلف ہیں دونوں کو ایک دوسرے پر کس طرح قیاس کیا جا سکتا ہے، جیسے سفر نماز میں قصر ہوتی ہے، حضر میں نہیں ہوسکتی۔ اگر سفر کرنے والوں کے لیے یہ اجازت ثابت ہو جائے کہ وہ خود کسی کو اپنے چند افراد کا امیر سفر چن لیں تو اس سے یہ قیاس قطعاً نہیں کیا جا سکتا کہ چند لوگ مل کر کسی کو پوری امت کا امیر مقرر کر لیں۔ جب کہ امت کی غالب اکثریت اُسے امیر ماننے پر آمادہ نہ ہو کہ وہ امارت کا اہل نہیں، اس کے پاس ''سلطان'' مطلب حکومت نہیں، تو امیر کیسا؟

سوم: امیر سفر کی بیعت نہیں ہوتی لیکن خلیفہ کی بیعت ہوتی ہے۔ کیا رجسٹرڈ جماعت والے اس قیاس کی اجازت دیں گے کہ جب امیر سفر کی بیعت نہیں تو حاکم وقت کی بھی بیعت نہیں؟ یا خلیفہ کی بیعت ہوتی ہے تو امیر سفر کی بھی بیعت لازمی ہوگی۔ اگر نہیں دیں گے اور یقیناً نہیں دیں گے تو امیر سفر کے بنا حکومت ہونے پر پوری امت کے لیے بغیر حکومت امیر منتخب کرنے پر اس کی بیعت کو لازم کرنے کا قیاس ورائے کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

چہارم: اگر کوئی یہ قیاس کرے کہ ''امیر سفر'' کے لیے فوج بنانا لازمی نہیں، بھلا دو تین افراد کی کیا فوج ہوسکتی ہے؟ تو حاکم وقت کے لیے بھی فوج، پولیس کی ضرورت نہیں۔ سفر کے خطرات سے بغیر فوج و پولیس کے نمٹا جا سکتا ہے تو حضر میں بھی نمٹا جا سکتا ہے؟

پنجم: بشرط صحت حدیث میں تین آدمیوں کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ سفر میں کسی ایک کو اپنا امیر بنا لیں، یہ حکم دو آدمیوں کے لیے نہیں۔ کوئی یہ قیاس کر سکتا ہے کہ جب دو آدمی سفر پر نکلیں گے تو ان کے لیے کسی کو امیر بنانا ضروری نہیں، لہٰذا حَضَر میں بھی کسی امیر کی ضرورت نہیں؟ اگر وہ یہ نہیں کر سکتا تو مسعود صاحب ن ے کیسے سفر کے بے حکومت امیر سے پوری

امت کے لیے بھی بے حکومت امیر کے وجود کو قیاس کرلیا؟

ششم: اگر بے حکومت ''خلیفہ'' کہہ دے کہ سفر میں بے حکومت شخص بلا فوج و پولیس اور عدلیہ وغیرہ کے ''امیر'' ہوسکتا ہے تو ایسا شخص ''خلیفہ'' کیوں نہیں ہوسکتا؟ اور یہ کوئی فرضی باتیں نہیں ہیں آخر ہمارے ملک میں ایسے لوگ بھی تو موجود ہیں جو محکوم شخص کو ''خلیفۃ المسلمین'' مانتے ہیں اور منوانے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ ایک خلیفہ صاحب انگلینڈ میں رہتے ہیں تو دوسرے چند دن ان کی صحبت سے فیضاب ہوکر ماشاء اللہ اپنی خلافت کا اعلان فرما کر خود ''خلیفہ'' بن چکے ہیں۔ دھوناپتی کریم پورہ شہر پشاور کے باسی ہیں۔

ہفتم: مسعود صاحب کے ہاں ''قیاس'' کی کوئی گنجائش نہیں تو خود ''امیر سفر'' پر اپنی امارت کو کیوں قیاس کیا؟ حدیث میں تو تین لوگوں کو سفر کی صورت میں ایک کو امیر بنانے کا حکم ہے، لیکن مسعود صاحب نے پہلا استدلال یوں بیان کیا؟

''(ا) سفر میں بھی بغیر امیر کے نہ رہے۔'' ''بھی'' کہاں سے آیا؟ جبکہ بشرط صحت حدیث میں صرف سفر کے لیے یہ حکم ہے اور مسعود صاحب نے اپنے ساتھی کا تبصرہ نقل کرتے ہوئے لکھا: ''پھر رسول اللہ ﷺ نے بھی ان صحابہؓ کی تصحیح کرتے ہوئے یہ نہ فرمایا کہ ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی وقت مسلمین کی جماعت نہ ہو بلکہ آپ نے صحابیؓ کے سوال کا یہ جواب دیا کہ اگر ایسی صورت پیش آئے کہ مسلمین کی جماعت اور امام نہ ہو تو اس صورت میں تم تمام فرقوں سے علیحدہ ہوجانا'' (الجماعۃ ص73)

مطلب واضح ہے کہ جماعت اور امام موجود نہ ہوں ایسا ہوسکتا ہے، یہ حدیث سے ثابت ہے۔ جب حدیث سے یہ ثابت ہے تو جب ''امیر'' نہ ہو تو حضر میں بغیر امیر کے رہا جا سکتا ہے، جب امیر ہے ہی نہیں تو اس کے ماتحت رہنے کا حکم بھی نہیں۔

المختصر! جب ''حضر'' میں بغیر امیر کے رہا جا سکتا ہے تو مسعود صاحب کا یہ لکھنا کہ ''سفر میں بھی'' اس ''بھی'' کا کیا مطلب اور کیا ضرورت ہے؟ ایک انسان کی زندگی میں سفر و حضر کی دو ہی حالتیں آتی ہیں۔ تیسری کوئی حالت نہیں! دراصل اپنی اس ''بھی'' کے ذریعے سے مسعود صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ حضر میں بھی امیر ہو، جبکہ حدیث سے ثابت ہے کہ

امام، امیر، خلیفہ نہ ہوں، ایسا ہوسکتا ہے اور ایسی صورت میں اُن تمام فرقوں سے علیحدہ رہنا ہے جو جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

مسعود صاحب کا یہ قیاس صحیحین کی حدیث کے خلاف ہے اور بالاتفاق مردود ہے۔

ہشتم: مسافر تو حدیث کی رو سے کسی کو اپنا امیر مقرر کر لیتے ہیں (بشرط ثبوت حدیث) لیکن حضر میں کسی دو چار بندوں کو یہ اجازت کہاں سے ملی کہ وہ کسی کمزور شخص کو صرف اپنا نہیں پوری امت کا امیر ٹھہرا دیں، پھر جو اس امیر کی بیعت نہ کرے اُسے کافر سمجھنے لگیں؟

نہم: اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد مسعود صاحب نے تیسرا قیاس یہ کیا: ''امیر بنانے کا مقصد سوائے اطاعت کے اور کچھ نہیں'' صرف ''اطاعت'' کروانے کے شوقین حضرات کو اور کچھ نظر آنا بھی مشکل ہے۔ مقصد ساتھیوں کی خدمت بھی ہوسکتی ہے۔ ''امیر'' قربانی دے کر بھی سفر کے ساتھیوں کا خیال رکھے، اُن کی خدمت کرے، انہیں سفر کی صعوبتوں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ مگر مسعود صاحب کو سوائے اطاعت کے کچھ نظر نہیں آیا!!! یہ کمال تھا شاہانہ شوق کا ویسے نہ سہی ایسے ہی سہی!

دہم: چوتھا قیاس یہ کیا کہ ''ایسے امیر کی اطاعت بھی ضروری ہے جس کے پاس حکومت نہ ہو'' حدیث اگر ثابت ہو بھی جائے تو اس سے سفر میں بے حکومت امیر کی اطاعت ثابت ہوتی ہے، لیکن اس سے ہر بے حکومت امیر کی اطاعت کا ثبوت کیسے مل گیا؟ جب کہ امیر، امام خلیفہ تو حکمران ہوتا ہے۔ اس کی بہت سی ایسی ذمہ داریاں ہیں جن کا امیرِ سفر مکلّف نہیں ہوتا، جیسے حدود و قصاص کے نفاذ وغیرہ، فرائض و حلت و حرمت کے آڑے آنے والوں سے قتال، جماعت کے مفہوم والے مضمون میں دلائل آ چکے ہیں۔

یازدہم: یہ اُن مسعود صاحب کے قیاسات ہیں جو اپنے معتقدین کو یہ یقین دلاتے رہے کہ ''مسعود احمد اپنی کوئی رائے دیتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ کسی کو بھی دین الٰہی میں رائے دینے کا اختیار نہیں'' (الجماعۃ، ص44)

مذکورہ بالا باتیں اگر رائے و قیاس نہیں تو یہ کس ''بلا'' کا نام ہے؟ کہیں رجسٹرڈ جماعت

والے اس ذہن پرستی میں تو مبتلا نہیں کہ رائے تب ہوتی ہے جب دوسرے ایسا کریں، جب رجسٹرڈ جماعت کے بانی مسعود صاحب یا ان کے ساتھی ایسا کریں تو وہ رائے نہیں، بلکہ عین ''وحی'' بن جاتی ہے!!! (استغفر اللہ)

❻ کمزور امیر کے دفاع میں چھٹی دلیل:

اپنی کمزور امارت کے دفاع میں مسعود صاحب نے ایک اور دلیل دیتے ہوئے لکھا:
''شوہر و ماں باپ کی اطاعت بھی فرض ہے، لیکن ان کی اطاعت کے لیے بھی حکومت شرط نہیں، تو آخر امیر جماعت کے لیے حکومت کی شرط لگانا کس حد تک صحیح ہے۔ یقیناً یہ شرط لغو ہے'' (امیر کی اطات ص 11 طبع قدیم ص 20، آئینہ دار ص 234)

جواب: جی بالکل! نہیں اور یقیناً نہیں، لیکن ان کی اطاعت کے لیے ان کا شوہر و ماں باپ ہونا بھی شرط ہے یا نہیں؟ کیا کسی ایک عورت کا شوہر دنیا کی تمام عورتوں پر حاکم وقوام ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے، انھیں اپنی اطاعت پر مجبور کر سکتا ہے؟ محض اس لیے کہ وہ ''شوہر'' ہے۔ اسی طرح ماں باپ کا مسئلہ بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شوہر کی اطاعت اُس کی بیوی پر لازم کی ہے۔ ''باحکومت واقتدار'' شوہر کی نہیں، پھر شوہر کا مطلب حکمران نہیں ہے کہ امیر، امام، خلیفہ ''حکمران'' کو کہتے ہیں، محکوم کو نہیں، پھر حکمران اُسی کو کہیں گے جس کے پاس حکومت ہو۔ اس میں شرط والی کوئی بات ہے ہی نہیں، جیسا کہ ہم مسعود صاحب کی تحریروں کی روشنی میں واضح کر آئے ہیں۔

ماں باپ کی مثال دے کر کوئی ''خلیفہ'' مسعود صاحب کے الفاظ میں اپنا قیاس پیش کرے، جیسا کہ بعض کرتے بھی ہیں، البتہ ''امیر جماعت'' کی جگہ ''خلیفہ'' کا لفظ رکھ دیتے ہیں تو رجسٹرڈ جماعت والے ایسے مصنوعی وجعلی ''خلیفہ'' کو کیا جواب دیں گے؟ یقیناً اس کا یہ قیاس لغو ٹھہرے گا، اسی طرح مسعود صاحب کا قیاس بھی لغو و لایعنی ہے، چونکہ امیر، امام خلیفہ تو حاکم وقت کو کہتے ہیں نہ کہ محکوم ومأمور کو۔

پروفیسر محمد حسین کلنبھر

فتنہ انکار حدیث اور عزیز اللہ بوہیو (قسط:4)

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے سورۂ نسآء کی مذکورہ آیت (115) کی روشنی میں اجماعِ امت کے حجت ہونے کے حوالہ سے متعدد اہل علم کے اقوال نقل کئے ہیں جنہیں ہم قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

۱) ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد الشاطبی (متوفی ۷۹۰ھ) نے لکھا ہے:
"ثُمَّ إِنَّ عَامَّةَ الْعُلَمَاءِ اسْتَدَلُّوْا بِهَا عَلٰى كَونِ الإِجْمَاعِ وَ أَنَّ مُخَالِفَهُ عَاصٍ وَ عَلٰى أَنَّ الْاِبْتِدَاعَ فِي الدِّيْنِ مَذْمُوْمٌ." پھر عام علماء نے اس آیت سے استدلال کیا کہ اجماع حجت ہے اور اس کا مخالف گناہ گار ہے اور یہ استدلال بھی کیا ہے کہ دین میں بدعت نکالنا مذموم ہے۔ (الموافقات ٣٨/٤، الفصل الرابع فی العموم و الخصوص: المسألة الثالثه / تحقيق مشهور حسن)

۲) برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی (متوفی ۸۸۵ھ) نے اس آیت کی تشریح و تفسیر میں لکھا: " وَهَذِهِ الآيَةُ دَالَّةٌ عَلٰى أَنَّ الإِجْمَاعَ حُجَّةٌ." اور یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے۔ (نظم الدرر في تناسب الآيات والسور ج۲ ص ۳۱۸)

۳) حنفی فقیہ ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمر قندی (متوفی ۳۷۵ھ) نے آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں لکھا ہے: " وَ فِي الآيَةِ دَلِيْلٌ: أَنَّ الإِجْمَاعَ حُجَّةٌ لِأَنَّ مَنْ خَالَفَ الإِجْمَاعَ فَقَدْ خَالَفَ سَبِيْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ." اور آیت میں (اس پر) دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے، کیونکہ جس نے اجماع کی مخالفت کی تو اس نے سبیل المومنین کی مخالفت کی۔
(تفسير سمرقندي / بحر العلوم ۱/ ۳۸۷-۳۸۸)

٤) قاضی عبد اللہ بن عمر البیضاوی (متوفی ۶۹۱ھ) نے اس آیت کی تشریح میں کہا:
"وَالآيَةُ تَدُلُّ عَلٰى حُرْمَةِ مُخَالِفَةِ الإِجْمَاعِ . . . " اور آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اجماع کی مخالفت حرام ہے۔ (انوار التنزيل و اسرار التنزيل / تفسير بيضاوی

١/ ٢٤٣) ‘‘ (مقالات 76-77/5)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ﴾ (لقمان : 15)

’’اور پیروی کر اس کے راستے کی، جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔‘‘

مشہور مفسر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی 774ھ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’يَعْنِي الْمُؤْمِنِيْن‘‘ یعنی تمام مومنین کے راستے کا اتباع کر۔

(تفسیر القرآن العظیم 587/3)

اس آیت مبارکہ میں بھی اجماع امت کے حجت ہونے کی دلیل ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ أَبَدًا وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ)) ’’اللہ میری امت کو گمراہی پر کبھی جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔‘‘ (المستدرك للحاكم: 399، وسنده صحيح)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((......ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ، وَمُنَاصَحَةُ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ، فَإِنَّ الدَّعْوَةَ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ))

’’تین چیزیں ایسی ہیں، جن کے بارے میں مسلمان کا دل دھوکے کا شکار نہیں ہوتا (یعنی مسلمان کے دل میں یہ تین خصوصیات موجود ہوں) عمل کا خالص ہونا اور مسلمان حکمرانوں کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا، کیونکہ دعا ان کے پیچھے افراد کو بھی گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔‘‘ (سنن الترمذي: 2658، وسنده صحيح، سنن ابن ماجه:230، مسند حميدي: 89، شرح السنة للبغوي: 112، مسند أحمد:21482)

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس قسم کی احادیث کے بارے میں فرمایا:

’’وَأَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِلُزُوْمِ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِيْنَ مِمَّا يُحْتَجَّ بِهِ فِي أَنَّ إِجْمَاعَ الْمُسْلِمِيْنَ- إِنْ شَاءَ اللّٰهُ- لَازِمٌ‘‘ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم، ان دلائل میں سے ہے کہ ان شاء اللہ مسلمانوں کا (کسی بات پر) اجماع لازمی (دلیل) ہے۔ (الرسالة، دارالكتب العلمية، بيروت، فقرة: 1105 ص361)

قاضی شریح رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے سیدنا عمر (رضی اللہ عنہ) کو خط لکھا۔ انھوں نے جواب میں فرمایا: ''اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو، پھر اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں (بھی) نہ ملے تو سلف صالحین کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کرو۔ پھر اگر وہ مسئلہ نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ہو اور نہ اس کے بارے میں سلف صالحین سے کوئی فیصلہ منقول ہو، پھر تیری مرضی ہے۔ چاہے تو آگے بڑھ (کر جواب دے) اور چاہے تو پیچھے ہٹ جا (یعنی خاموشی اختیار کر) اور میرے خیال میں خاموشی ہی تیرے لیے بہتر ہے، والسلام علیکم۔''

(صحيح سنن النسائي: 5401، سنن الدارمي:169، مصنف ابن أبي شيبة :23444، السنن الكبرىٰ للبيهقي:20342، السنن الكبرىٰ للنسائي:5911)

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ» ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم (یعنی قیامت) آجائے۔'' (صحيح مسلم:4950)

علامہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی رحمہ اللہ (المتوفی 676ھ) نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: ''وَفِيْهِ دَلِيْلٌ لِكَونِ الْإِجْمَاعِ حُجَّةٌ وَهُوَ أَصَحُّ مَا اسْتُدِلَّ بِهِ مِنَ الْحَدِيْثِ'' اور اس (حدیث) میں اجماع کے حجت ہونے پر دلیل ہے اور (میرے نزدیک) احادیث میں اجماع (کی شرعی حیثیت) ثابت کرنے والی یہ صحیح ترین دلیل ہے۔ (شرح صحيح مسلم 143/2 درسي نسخة)

بیسیوں دلائل میں سے قرآن، حدیث، آثار صحابہ اور سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں کچھ دلائل ذکر کیے ہیں ورنہ بہت سارے دلائل اور بھی ہیں۔ اتنے دلائل کے باوجود بھی اگر عزیز اللہ بوہیو یا ان کے ہمنوا کہیں کہ اجماع امت کو دین کا اصل کہنے میں قائلین کے پاس کوئی مستند حوالہ نہیں تو اس جھوٹ، الزام اور بہتان کا کیا جواب دیں۔ ع

خطاب ان سے ہے جو اہل علم ہیں، ارباب معنیٰ ہیں
وگرنہ فرق کیا ہے صورت نوعی سے انسان میں

عزیز اللہ بوہیو حدیث کی شرعی حیثیت وضرورت کو بالائے طاق رکھ کر ایک جگہ رقمطراز ہیں: ''ویسے بھی مجھے احادیث کی اقسام سے کوئی دلچسپی نہیں ہے'' (قرآن مہجور ص 87)

معزز قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ حدیث اور علم الحدیث ایسی چیزیں ہیں جن کے بغیر کسی مسلمان کا گزارہ نہیں ہوسکتا۔ اسلامی زندگی بسر کرنے کے لیے قدم قدم پر اس عظیم سرمائے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ قرآن مجید میں بیان کئے گئے عقائد واعمال، حلال وحرام اور جائز وناجائز کے معاملات کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے کوئی بھی مفسر، محدث، مفتی، خطیب، داعی، مصنف اور مضمون نگار وغیرہم لکھنے اور بولنے میں جب تک شارح قرآن سیدنا محمد ﷺ کے فرمان عالیشان کو ذکر نہیں کرتے تب تک ان کی بات ادھوری اور تشنۂ لب رہتی ہے۔ مضمون کی مناسبت سے صرف ایک مثال ذکر کی جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

''آج میں نے تمھارے لیے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمھارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا۔'' (المائدۃ: 3)

آیت کے اس ٹکڑے کے متعلق کوئی غیر مسلم سوال کرے کہ یہ آیت آپ کے نبی محمد ﷺ پر کب اتری، کہاں نازل ہوئی، وہ دن کون سا تھا، آپ اس دن کس حالت میں تھے، آپ اس وقت جہاں موجود تھے اس جگہ کا کیا نام ہے، اس وقت کتنے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے اردگرد تھے، یہ آیت کس مہینے کی کس تاریخ کو نازل ہوئی تھی، تو اس کو کیا جواب دیا جائے گا؟ جو لوگ جراءت کر کے لکھتے ہیں کہ ہمیں احادیث اور ان کی اقسام سے کوئی دلچسپی نہیں، وہ ان سوالات کا کہاں سے جواب دیں گے، کیوں کہ قرآن مجید اس حوالے سے بالکل خاموش ہے۔ جب ہم احادیث مبارکہ کے عظیم ذخیرے کی طرف رجوع کریں گے تو مذکورہ

سوالوں کا مستند جواب مل جائے گا، ان شاء اللہ۔

اس حوالے سے کسی اور مصنف اور اس کی تصنیف کا حوالہ دوں گا تو شاید مناسب نہ ہو، چنانچہ۔ خود عزیز اللہ بوہیو کی بعض تصانیف میں سے کچھ اقتباس پیش کرتا ہوں تا کہ بات میں وزن بھی ہو اور قارئین کرام کو اس شخص کی تضاد بیانی بھی سمجھ میں آ جائے۔ جو شخص حدیث سے نفرت کرتا ہو، حدیث کو فارس کی سازش کہتا ہو، حدیث کو قرآن مخالف کہتا ہو اور حدیث کو وحی نہ مانتا ہو، وہ خود اپنی تحریر میں ''حدیث'' لکھے بغیر نہ رہ سکا!!!

کچھ مثال ملاحظہ فرمائیں:

۱) ''بادشاہ نبی سائیں کے خطوط کے بعد الرٹ ہو گئے تھے۔ نوبت جنگ تک جا پہنچی اور نتیجہ میں انقلابی پیدا ہوئے اور ''هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعد'' اور ''هلك قيصر فلا قيصر بعد'' کا نعرہ کامیاب ہوا اور اپنا کام دکھا گئے۔'' (قرآن مہجور، ص 11-10)

۲) ''چیلنج سے کہتا ہوں کہ امام مسلم اور اس کے اساتذہ نے یہ جھوٹی احادیث خود گھڑ کر اپنی کتاب میں لکھیں ہیں۔ ان کے ان جھوٹوں کو ثابت کرنے کے لیے ویسے تو مجھے کسی دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ حضور ﷺ ہدایت کے سورج ہیں، آپ کا کردار اور خاندانی کیریکٹر شیشہ سے زیادہ شفاف ہے اور ایسا کہ نبوت تو بڑی بات ہے لیکن نبوت سے پہلے والی زندگی کے متعلق بھی ''لبثت فيكم عمرا هل و جد تمونى صادقًا او كاذبًا'' جیسے چیلنج کرنے والے ہیں اور دشمنوں نے بھی قبول کیا تھا کہ ''حبربناك مرارًا فما وجدناك الا صادقا و امينا . . '' (قرآن مہجور، ص 155)

وضاحت: بوہیو نے جو الفاظ لکھے ہیں وہ مجھے کسی مستند کتاب میں نہیں ملے، البتہ ان الفاظ سے ملتے جلتے الفاظ: ''مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا''

صحيح البخاري: 4770، السنن الكبرىٰ للنسائي: 11362، اور ''مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا'' صحيح مسلم: 508، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان: 6550، میں ضرور موجود ہیں۔

۳) رب سائیں کے نام پر، دھنی سائیں کے طفیل ''اللّٰهَ اللّٰهَ فِي اَصْحَابِي لَا

تَتَّخِذُوهُمْ مِنْ بَعْدِيْ غَرْضًا فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّی اَحَبَّهُمْ، و مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ" کے فرمان کی عزت رکھتے ہوئے تبرا کی احادیث بنانے والوں کی کتابوں سے بائیکاٹ کریں تو اچھا۔ (قرآن مہجور، ص211)

وضاحت: یہ روایت سنن الترمذی:3862، میں ضعیف سند کے ساتھ موجود ہے۔

٤) اور رسول سائیں کا تو اعلان تھا کہ "اِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ" یعنی اسلام قبول کرنے سے جاہلیت کے سب گناہ معاف۔ (قرآن مہجور، ص213)

وضاحت: یہ حدیث کا ٹکڑا صحیح مسلم:321 میں موجود ہے۔

٥) نزول وحی کے بعد، نبوت و رسالت ملنے کے بعد جب آپ نے مکہ والوں کو جبل صفا پر اکٹھا کر کے اپیل کی کہ "قُولُوا لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوا" یعنی اللہ کے علاوہ دوسروں کی حاکمیت اور خدائی کا انکار کرو تا کہ کامیاب ہو جاؤ۔ (فقه القرآن ص52)

وضاحت: حدیث کا یہ ٹکڑا مسند أحمد :1559، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان :6562، موارد الظمآن:1683، وغیرہم میں موجود ہے۔

٦) یہ بات سماج کے جبل جیسے دستار کے مالکوں کو مشکل لگی اور واپسی میں رسول اللہ ﷺ پر وہیں پتھراؤ شروع کیا اور کہا کہ " تبت يداك يا محمد الهذا جمعتنا" پھر وہ محمد جو (ﷺ) لحظہ پہلے سب کا پیارا تھا، قریب تر تھا، امین تھا، وہ سب کا دشمن ہو گیا۔

(فقه القرآن، ص53)

وضاحت: حدیث کے یہ الفاظ، صحیح البخاري:4972، میں موجود ہیں۔

٧) اور پیغمبر سائیں کی اس مشہور حدیث کے لیے کیا خیال ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»" (احسن الحدیث، ص4)

وضاحت: یہ حدیث مبارکہ صحیح البخاري:107، صحیح مسلم:4، میں موجود ہے۔

عزیز اللہ بوہیو کی تین کتابوں میں سے سات عدد احادیث بطور الزامی جواب کے نقل کی ہیں۔ جو شخص حدیث کی شرعی حیثیت کا منکر ہو اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث پر

طعن و تشنیع کرتا ہو، وہ اپنی بات کو جاندار اور مدلل بنانے کے لیے محمد ﷺ کی حدیث سے بے نیاز نہیں ہوسکا۔ دنیا واقعی اپنے مفاد کی بات کرتی اور اپنی غرض سے غرض رکھتی ہے۔ جو شخص حدیث کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے اور موقع کی مناسبت سے حدیث کو بطور دلیل اور ثبوت کے ذکر کرے، اس کو کیا کہیں؟

ایک جگہ حدیث کی مخالفت میں لکھتے ہیں:

''رسول سائیں کے سامنے تو قرآن حکیم کے علاوہ احادیث لکھنے پر بندش ہوتی تھی۔''

(احسن الحدیث: ص5)

اس عبارت کی روشنی میں ہم پوچھتے ہیں کہ یہ بات آپ کو کس نے بتلائی ہے؟ قرآن مجید میں تو اس بات کا کوئی ذکر نہیں، اگر حدیث لکھنے پر بندش ہے تو آپ نے اپنی تصانیف میں احادیث کیوں لکھی ہیں؟

معزز قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ بوہیو کی یہ عبارت صرف خالی عبارت نہیں بلکہ ایک حدیث مبارکہ کا ٹکڑا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **((لَا تَكْتُبُوا عَنِّي، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ، وَحَدِّثُوا عَنِّي، وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَىَّ))** قَالَ هَمَّامٌ: أَحْسِبُهُ قَالَ: **((مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))**

''مت لکھو میرا کلام اور جس نے قرآن کے علاوہ جو کچھ مجھ سے سن کر لکھا تھا اس کو مٹا دے اور میری حدیث بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں اور جو شخص قصداً میرے اوپر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔'' (صحیح مسلم:7510)

معزز قارئین! مذکورہ حدیث کا ایک ٹکڑا اس شخص نے بطور دلیل کے ذکر کیا ہے جو حدیث کی شرعی حیثیت کا منکر ہے، مشہور و معروف محدث امام مسلم رحمہ اللہ اور ان کی عظیم تصنیف صحیح مسلم پر، بار بار رقیق حملہ اور گستاخانہ وار کرنے والا، اگر اس مصنف کی اسی کتاب سے کوئی حوالہ نقل کرے تو ایسی ڈھٹائی کو کیا نام دیں؟

٤) اردو زبان میں کہاوت ہے ''میٹھا میٹھا ہپ کڑوا کڑوا تھو'' اس کہاوت کی عملی صورت یہاں موجود ہے۔ جس شخص نے امام مسلم اور صحیح مسلم کی مخالفت میں بیسیوں صفحات سیاہ کر ڈالے ہوں، وہ مجبور ہو کر اس عظیم شخص کی چوکھٹ پر حاضر ہوا اور اس کے ذخیرہ ہائے حدیث میں سے اپنی ضرورت اور پسند کے الفاظ لے کر واپس ہوا۔ جس حدیث سے وہ الفاظ نقل کئے اس میں یہ بھی الفاظ تھے کہ " وَحَدِّثُوْ عَنِّي وَ لَا حَرَجَ" اور میری حدیث بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں، ہم پوچھتے ہیں کہ یہ کہاں کا علم اور کہاں کی دیانت ہے؟ حدیث کے ایک حصے کو بطور دلیل کے ذکر کیا جائے اور دوسرے حصے کا انکار کر دیا جائے!! اللہ تعالیٰ نے اس روش کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ (البقرۃ:85)

''کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو؟''

یہاں بھی یہی معاملہ نظر آ رہا ہے، محدثین کرام اور علمائے عظام رحمہم اللہ نے کتابت حدیث کی ممانعت والی روایت کے نہایت علمی، کافی وشافی جواب دیے ہیں۔ امام قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: "كَانَ بَيْنَ السَّلَفِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ اخْتِلَاف كَثِيْر فِي كِتَابَةِ الْعِلْم فَكَرِهَهَا كَثِيْرُونَ مِنْهُم وَأَجَازَهَا أَكْثَرُهُم ثُمَّ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى جَوَازِهَا وَزَالَ ذَلِكَ الْخِلَاف وَاخْتَلَفُوا فِى الْمُوَادِ بِهَذَا الْحَدِيْثِ الْوَارِدِ فِى النَّهْيِ فَقِيْلَ هُوَ فِي حَقِّ مَن يُوثَقُ بِحِفْظِهِ وَيُخَافُ اتكَالِهِ عَلَى الْكِتَابَةِ إِذَا كَتَبَ وَ تَحمل الْأَحَادِيْث الْوَارِدَة بِالإِبَاحَة عَلَى مَن لَا يُوثَقُ بِحِفظِهِ......"

سلف صحابہ اور تابعین میں علم کو لکھنے میں بڑا اختلاف تھا، ان میں سے اکثر نے اس کو مکروہ کہا لیکن اکثر نے جائز بھی لکھا، پھر بعد میں اس کے جواز پر مسلمانوں کا اجماع ہو گیا اور اختلاف ختم ہو گیا۔ اس مسئلہ (یعنی لکھنے) کی ممانعت کے متعلق جو حدیث ہے اس کی توجیہ میں مختلف اقوال ہیں۔ ان میں سے کچھ کا کہنا ہے کہ ممانعت اس شخص کے لیے ہے جس کو

اپنے حافظہ پر بھروسا ہواور اس کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر اس نے لکھ لیا تو پھر اس کا اعتماد لکھنے پر رہے گا اور جس شخص کو اپنے حافظہ پر یقین نہ ہو اس کے لیے لکھنا جائز ہے۔(شرح صحیح المسلم ، درسي نسخة414/2)

امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن الشہر زوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" وَلَعَلَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ فِي الْكِتَابَةِ لِمَنْ خَشِيَ عَلَيْهِ النِّسْيَانَ ، وَنَهَى عَنِ الْكِتَابَةِ عَنْهُ مَنْ وَثِقَ بِحِفْظِهِ ، مَخَافَةَ الِاتِّكَالِ عَلَى الْكِتَابِ ، أَوْ نَهَى عَنْ كِتَابَةِ ذَلِكَ حِينَ خَافَ عَلَيْهِمُ اخْتِلَاطَ ذَلِكَ بِصُحُفِ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ ، وَأَذِنَ فِي كِتَابَتِهِ حِينَ أَمِنَ مِنْ ذَلِكَ"

اس بات کا امکان ہے کہ (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو لکھنے کی اجازت دی، جس کو بھول جانے کا ڈر تھا اور اس شخص کو لکھنے سے روکا، جس کے حفظ کی صلاحیت کے متعلق آپ کو بھروسا تھا تاکہ وہ صرف لکھی ہوئی چیز پر بھروسا نہ کر لے اور اس شخص کو بھی لکھنے سے منع کیا جس کے متعلق آپ کو اندیشہ تھا کہ وہ کہیں (احادیث کے الفاظ کو) قرآن عظیم کے مصحف سے ملا نہ لے اور اس وقت لکھنے کی اجازت فرمائی جب اس حوالہ سے آپ بے خوف ہو گئے۔

(علوم الحديث ، ص161)

بیان کی گئی توجیہات سے معلوم ہوا کہ اسلام کے شروع والے دور میں لکھنے کی ممانعت صرف اس لیے کی گئی تھی کہ کہیں لاعلمی میں احادیث مبارکہ کے الفاظ قرآن مجید کے ساتھ مخلوط نہ ہو جائیں۔ اس کا سبب یہ تھا کہ لکھنے پڑھنے کے فن نے ابھی اتنی ترقی نہیں کی تھی، آپ نے اردگرد کی علمی حالت کو دیکھ کر منع فرمایا تھا۔ جب لکھنے پڑھنے کا ماحول پروان چڑھا، مسلمانوں میں قرآن مجید اور احادیث کے الفاظ کے مابین تمیز اور فرق کرنے کی صلاحیت پیدا ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اطمینان ہوا کہ مسلمان اب وحی متلو اور وحی غیر متلو میں فرق کر سکتے ہیں تو آپ نے لکھنے کی بھی اجازت دے دی۔ اب ممانعت والی حدیث منسوخ ہے۔

منہج سلف میں ہی عافیت ہے

ابو عبدالرحمٰن محمد ارشد کمال

سلف صالحین کے منہج کو اپنانے میں ہی عافیت ہے۔ اسی پر اعتماد کیا جائے اور اسی کو مضبوطی سے تھاما جائے۔ منہج سلف اصل میں ''سبیل المومنین'' ہی کا نام ہے جس کی اتباع کو اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے اور جس کی مخالفت پر جہنم کی وعید سنائی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ ''اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ ہدایت اس کے لیے خوب واضح ہو چکی اور سبیل المومنین کو چھوڑ کر (کسی اور کی) پیروی کرے اسے ہم پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔'' (النسآء: ۱۱۵)

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جو نبی کریم ﷺ کی سنت اور سلف صالحین کے منہج و مسلک سے منہ موڑ کر دوسروں کی پیروی کرتے ہیں۔ ﴿ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ کی تفسیر میں امام اہل السنہ محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ (المتوفی ۳۱۰) رقمطراز ہیں: يَقُولُ: وَيَتَّبِع طَرِيقًا غَيْرَ طَرِيقِ أَهْلِ التَّصْدِيقِ ، وَيَسْلُكُ مِنْهَاجًا غَيْرَ مِنْهَاجِهِمْ، وَذَلِكَ هُوَ الْكُفْرُ بِاللّٰهِ ، لِأَنَّ الْكُفْرَ بِاللّٰهِ وَبِرَسُولِهِ غَيْرُ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَغَيْرُ مِنْهَاجِهِمْ . اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور وہ اہل تصدیق کے راستے کے علاوہ کسی راستے کی پیروی کرے اور ان کے منہج کو چھوڑ کر کسی اور منہج پر چلے اور یہی تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے کیونکہ مومنوں کے راستے اور ان کے منہج کو چھوڑنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنا ہے۔ (جامع البیان ٤/ ١٥٦)

دنیا میں نظر آنے والے جتنے بھی گمراہ فرقے ہیں سب منہج سلف سے انحراف ہی کا نتیجہ ہیں کسی نے عقل کو معتبر سمجھا تو کسی نے تقلید شخصی میں عافیت جانی، کوئی خواہشِ نفس کے پجاری بنے، لیکن الحمد للہ! اہل حدیث کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ منہج سلف کے پیرو ہیں اور

اسی کے داعی وعلمبردار ہیں۔ وہ اپنی عقل و دانش کی بنیاد پر یا تقلید شخصی کی پٹی باندھ کر یا خواہش نفس کے پجاری بن کر دین کو نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک سلف صالحین کا منہج ہی اسلم واحکم ہے۔ وہ اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور اسی کی روشنی میں دین کو سمجھتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ منہج سلف صالحین کو اپنانے میں ہی عافیت و بھلائی ہے اور ہر گمراہی سے بچنے کا یہی واحد راستہ ہے۔

مورخ دیارمصر علامہ مقریزی رحمہ اللہ (المتوفی 845ھ) لکھتے ہیں: " وأصل كلّ بدعة فى الدين البعد عن كلام السلف والانحراف عن اعتقاد الصدر الأوّل" اور دین میں ہر بدعت کی جڑ کلام سلف سے دوری اور صدر اول کے عقیدے سے انحراف ہی بنتی ہے۔ (المواعظ والاعتبار 198/4)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفی 728ھ) کے دور میں بعض لوگوں نے منہج سلف پر حملہ (اٹیک) کرتے ہوئے یہ شوشہ چھوڑا کہ منہج سلف زیادہ سلامتی والا ہے جبکہ منہج خلف زیادہ علم پر مبنی اور ٹھوس ہے۔ مطلب یہ تھا کہ سلف صالحین کا منہج اگرچہ سلامتی والا تھا لیکن بعد والوں کا منہج زیادہ قوی اور مضبوط ہے، لہٰذا یہی منہج اپنانا چاہیے۔ اس موقع پر شیخ الاسلام کا قلم حرکت میں آیا آپ نے فرمایا: "وَلَا يَجُوزُ أَيْضًا أَنْ يَكُونَ الْخَالِفُونَ أَعْلَمَ مِنْ السَّالِفِينَ كَمَا قَدْ يَقُولُهُ بَعْضُ الْأَغْبِيَاءِ مِمَّنْ لَمْ يَقْدِرْ قَدْرَ السَّلَفِ؛ بَلْ وَلَا عَرَفَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ بِهِ حَقِيقَةَ الْمَعْرِفَةِ الْمَأْمُورِ بِهَا، مِنْ أَنَّ طَرِيقَةَ السَّلَفِ أَسْلَمُ وَطَرِيقَةَ الْخَلَفِ أَعْلَمُ وَأَحْكَمُ، فَإِنَّ هَؤُلَاءِ الْمُبْتَدِعَةِ الَّذِينَ يُفَضِّلُونَ طَرِيقَةَ الْخَلَفِ عَلَى طَرِيقَةِ السَّلَفِ، إنَّمَا أَتَوْا مِنْ حَيْثُ ظَنُّوا: أَنَّ طَرِيقَةَ السَّلَفِ هِيَ مُجَرَّدُ الْإِيمَانِ بِأَلْفَاظِ الْقُرْآنِ وَالْحَدِيثِ مِنْ غَيْرِ فِقْهٍ لِذَلِكَ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّيِّينَ الَّذِينَ قَالَ اللَّهُ فِيهِمْ: ﴿وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتٰبَ إِلَّآ أَمَانِيَّ﴾ (البقرة: 78) وَأَنَّ طَرِيقَةَ الْخَلَفِ هِيَ اسْتِخْرَاجُ مَعَانِي النُّصُوصِ الْمَصْرُوفَةِ عَنْ حَقَائِقِهَا بِأَنْوَاعِ الْمَجَازَاتِ وَغَرَائِبِ اللُّغَاتِ، فَهَذَا الظَّنُّ الْفَاسِدُ أَوْجَبَ تِلْكَ الْمَقَالَةَ

الَّتِی مَضْمُونُهَا نَبْذُ الْإِسْلَامِ وَرَاءَ الظَّهْرِ وَقَدْ كَذَبُوا عَلَى طَرِيقَةِ السَّلَفِ وَضَلُّوا فِی تَصْوِيبِ طَرِيقَةِ الْخَلَفِ ، فَجَمَعُوا بَيْنَ الْجَهْلِ بِطَرِيقَةِ السَّلَفِ فِی الْكَذِبِ عَلَيْهِمْ . وَبَيْنَ الْجَهْلِ وَالضَّلَالِ بِتَصْوِيبِ طَرِيقَةِ الْخَلَفِ .

اوراسی طرح یہ (کہنا) بھی جائز نہیں کہ سلف کے مقابلے میں خلف زیادہ علم والے ہیں، جیسا کہ بعض بے وقوف قسم کے لوگ جنھیں سلف کی قدر نہیں بلکہ انھیں تو اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کی بھی حقیقی معرفت نہیں۔ کہتے ہیں کہ منہج سلف زیادہ سلامتی والا ہے اور منہج خلف زیادہ علم والا اور زیادہ مضبوط ہے۔ یہ بدعتی لوگ منہج خلف کو منہج سلف پر فوقیت اور فضیلت دیتے ہیں انھوں نے محض اپنے گمان سے یہ بات کہی ہے کہ منہج سلف قرآن وحدیث کے صرف الفاظ پر بغیر ان کی سمجھ بوجھ حاصل کیے ان پڑھ لوگوں کی طرح ایمان لانے کا نام ہے جن کے متعلق اللہ نے فرمایا: ''اور ان میں سے بعض ان پڑھ ہیں جو کتاب کو نہیں جانتے سوائے جھوٹی آرزوں کے۔'' اور منہج خلف جو ہے وہ مجاز کی مختلف اقسام اور پیچیدہ قسم کی لغات کے ذریعے سے ان نصوص کے معانی کا استخراج ہے جن میں حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا۔ پس یہ غلط سوچ ہی اس بات کا موجب بنی ہے جو اسلام کو پس پشت ڈالنے پر مبنی ہے۔ بلاشبہ ان لوگوں نے منہج سلف کے متعلق جھوٹ بولا ہے اور منہج خلف کو درست قرار دینے میں گمراہی کا شکار ہوئے ہیں۔ یہ لوگ بیک وقت دو جہالتوں کا شکار ہوئے ہیں ایک تو جہالت کے سبب انھوں نے سلف کے منہج پر جھوٹ باندھا اور دوسرا خلف کے منہج کو درست قرار دے کر جہالت و گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ [مجموعة الفتاوى5/ 8- الفتاوى الحموية الكبرى5/ 185- 189]

علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (المتوفی 792) فرماتے ہیں:

”وَ نَبِيُّنَا ﷺ أُوتِيَ فَوَاتِحَ الْكَلِمِ وَ خَوَاتِمَهُ وَ جَوَامِعَهُ، فَبُعِثَ بِالْعُلُوْمِ الْكُلِّيَّةِ، وَ الْعُلُوْمِ الْأَوَلِيَّةِ وَ الْأُخْرَوِيَّةِ عَلَى أَتَمِّ الْوُجُوْهِ، وَلٰكِنْ كُلَّمَا ابْتَدَعَ شَخْصٌ بِدْعَةً اتَّسَعُوْا فِي جَوَابِهَا، فَلِذٰلِكَ صَارَ كَلَامُ الْمُتَأَخِّرِيْنَ كَثِيْرًا، قَلِيْلَ الْبَرَكَةِ، بِخَلَافِ كَلَامِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ، فَإِنَّهُ قَلِيْلٌ، كَثِيْرُ الْبَرَكَةِ،

(لَا) كَمَا يَقُوْلُهٗ ضُلَّالُ الْمُتَكَلِّمِيْنَ وَ جَهلَتُهُمْ: إِنَّ طَرِيْقَةَ الْقَوْمِ أَسْلَمُ، وَ إِنَّ طَرِيْقَتَنَا أَحْكَمُ وَ أَعْلَمُ! وَ لَا كَمَا يَقُوْلُهٗ مَنْ لَمْ يَقْدِرْهُمْ مِّنَ الْمُنْتَسِبِيْنَ إِلَى الْفِقْهِ: إِنَّهُمْ لَمْ يَتفَرَّغُوْا لِاسْتِنْبَاطِ الْفِقْهِ، وَ ضَبْطِ قَوَاعِدِهٖ وَ أَحْكَامِهٖ اشْتِغَالًا مِّنْهُمْ بِغَيْرِهٖ، وَ الْمُتَأَخِّرُوْنَ تَفَرَّغُوْا لِذٰلِكَ، فَهُمْ أَفْقَهُ! فَكُلُّ هٰؤُلَاءِ مَحْجُوْبُوْنَ عَنْ مَّعْرِفَةِ مَقَادِيْرِ السَّلَفِ، وَ عُمْقِ عُلُوْمِهِمْ، وَ قِلَّةِ تَكَلُّفِهِمْ، وَ كَمَالِ بَصَائِرِهِمْ، وَ تَاللّٰهِ مَا امْتَازَ عَنْهُمُ الْمُتَأَخِّرُوْنَ إِلَّا بِالتَّكَلُّفِ، وَ الِاشْتِغَالِ بِالْأَطْرَافِ، الَّتِيْ كَانَتْ هِمَّةُ الْقَوْمِ مُرَاعَاةَ أُصُوْلِهَا، وَ ضَبْطَ قَوَاعِدِهَا، وَ شَدَّ مَعَاقِدِهَا، وَ هِمَمُهُمْ مُشَمَّرَةً إِلَى الْمَطَالِبِ الْعَالِيَةِ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ، فَالْمُتَأَخِّرُوْنَ فِيْ شَأْنٍ، وَ الْقَوْمُ فِيْ شَأْنٍ آخَرَ، وَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا.

”ہمارے نبی کریم ﷺ کو جامع، کامل اور واضح کلمات عطا فرمائے گئے اور آپ ﷺ کو کلی اور کامل ترین شکل میں دنیاوی و اخروی علوم دے کر مبعوث فرمایا گیا۔ متاخرین نے جب کسی شخص کو کسی بدعت کا مرتکب دیکھا تو اس بارے میں لمبے تڑنگے رُدُود شروع کر دیے۔ اس طرح متاخرین کے کلام مقدار میں بہت زیادہ اور برکت میں بہت کم رہی۔ اس کے برعکس متقدمین کے کلام مقدار میں بہت تھوڑی اور برکت میں بہت زیادہ تھی۔ گمراہ اور جاہل متکلمین کی یہ بات یکسر غلط ہے کہ ”سلف صالحین کا منہج زیادہ سلامتی والا ہے، جبکہ ان کا اپنا منہج زیادہ علم پر مبنی اور ٹھوس ہے۔“ اسی طرح ان نام نہاد فقہیوں، جن کو سلف صالحین کی قدر معلوم نہیں ہوسکی، ان کی یہ بات بھی صحیح نہیں کہ ”سلف صالحین کو فقہی استنباطات کرنے اور فقہی قواعد و احکام کی تشکیل کرنے کی اتنی فرصت نہیں ملی، جتنا وہ اور کاموں میں مشغول رہے، جبکہ متاخرین نے ان کاموں کے لیے وقت نکالا، چنانچہ وہی زیادہ فقہ والے ہیں۔“ ایسی باتیں کرنے والے تمام لوگ سلف صالحین کی صحیح قدر و قیمت، ان کے علوم کی گہرائی، ان کے عدمِ تکلف اور ان کے کمال بصیرت سے لاعلم ہیں۔ واللہ! متاخرین کو متقدمین سے اگر کسی چیز میں امتیاز حاصل ہے تو وہ تکلف کرنے اور ان چیزوں کی فروعات میں مشغول

ہونے میں حاصل ہے کہ سلف کا اہتمام جن کے اصول میں مصروف ہونے، ان کے قواعد کو مرتب کرنے اور ان کے ضوابط کو مقرر کرنے کا تھا۔ سلف صالحین ہر چیز کے بارے میں بلند مقاصد حاصل کرنے کے ارادے رکھتے تھے۔ یوں متقدمین اور متاخرین کی مصروفیات جُدا ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔''

(شرح العقيدة الطحاوية، ص 25)

مشہور مفسر، علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ (المتوفی 1393ھ) فرماتے ہیں:

"إِنَّ مَذْهَبَ السَّلَفِ أَسْلَمُ، وَ أَحْكَمُ، وَ أَعْلَمُ، وَ قَوْلُهُمْ: مَذْهَبُ السَّلَفِ أَسْلَمُ إِقْرَارٌ مِّنْهُمْ بِذٰلِكَ، لِأَنَّ لَفْظَ [أَسْلَمُ] صِيغَةُ تَفْضِيل مِّنَ السَّلَامَةِ مَا كَانَ يَفْضُلُ غَيْرَهٗ وَ يَفُوقُهٗ فِي السَّلَامَةِ، فَهُوَ أَحْكَمُ وَ أَعْلَمُ، وَ بِهٖ يَظْهُرُ أَنَّ قَوْلَهُمْ: وَ مَذْهَبُ الْخَلَفِ أَحْكَمُ وَ أَعْلَمُ، لَيْسَ بِصَحِيحٍ، بَلِ الْأَحْكَمُ الْأَعْلَمُ هُوَ الْأَسْلَمُ، كَمَا لَا يَخْفٰى.

''سلف صالحین کا مذہب ہی زیادہ سلامتی والا ہے اور وہی زیادہ ٹھوس اور علم پر مبنی ہے۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ سلف کا مذہب زیادہ سلامتی والا ہے، یہ ان کی طرف سے ہماری ذکر کردہ بات کا اقرار ہے، کیونکہ [اسلم] اسم تفضیل کا صیغہ ہے (یعنی زیادہ سلامتی والا)۔ جو چیز کسی دوسری چیز کے مقابلے میں زیادہ فضیلت والی اور زیادہ سلامتی والی ہو، وہی زیادہ ٹھوس اور زیادہ علم پر مبنی ہوگی۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگون کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ خلف کا مذہب زیادہ ٹھوس اور زیادہ علم پر مبنی ہے بلکہ ظاہر ہے کہ جو چیز زیادہ ٹھوس اور زیادہ علم پر مبنی ہو، وہی زیادہ سلامتی والی ہوتی ہے۔'' (آداب البحث والمناظرة 136/2)

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ (المتوفی: 1421ھ) فرماتے ہیں:

فَتَبَيَّنَ بِهٰذَا أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْمُحَرِّفِيْنَ عَلٰى ضَلَالٍ، وَ أَنَّ مَنْ قَالَ: إِنَّ طَرِيْقَتَهُمْ أَعْلَمُ وَ أَحْكَمُ، فَقَدْ ضَلَّ، وَمِنَ الْمَشْهُوْرِ عِنْدَهُمْ قَوْلُهُمْ: طَرِيْقَةُ السَّلَفِ أَسْلَمُ، وَ طَرِيْقَةُ الْخَلْفِ أَعْلَمُ وَ أَحْكَمُ، وَ هٰذَا الْقَوْلُ عَلٰى مَا فِيْهِ مِنَ التَّنَاقُضِ، قَدْ يُوْصِلُ إِلَى الْكُفْرِ، فَهُوَ؛ أَوَّلًا فِيْهِ تَنَاقُضٌ، لِأَنَّهُمْ قَالُوْا:

طَرِيْقَةُ السَّلَفِ أَسْلَمُ، وَ لَا يُعْقَلُ أَنْ تَكُوْنَ الطَّرِيْقَةُ أَسْلَمُ، وَ غَيْرُهَا أَعْلَمُ وَ أَحْكَمُ، لِأَنَّ الْأَسْلَمَ يَسْتَلْزِمُ أَنْ يَّكُوْنَ أَعْلَمَ وَ أَحْكَمَ، فَلَا سَلَامَةَ إِلَّا بِعِلْمٍ بِأَسْبَابِ السَّلَامَةِ، وَ حِكْمَةٍ فِيْ سُلُوْكِ هٰذِهِ الْأَسْبَابِ، ثَانِيًا: أَيْنَ الْعِلْمُ وَالْحِكْمَةُ مِنَ التَّحْرِيْفِ وَ التَّعطِيْلِ ؟ ثَالِثًا: يَلْزَمُ مِنْهُ أَنْ يَّكُوْنَ هٰؤُلَاءِ الْخَالِفُوْنَ أَعْلَمَ بِاللّٰهِ مِنْ رَّسُوْلِهٖ ﷺ وَ أَصْحَابِهٖ، لِأَنَّ طَرِيْقَةَ السَّلَفِ هِيَ طَرِيْقَةُ النَّبِيِّ ﷺ وَ أَصْحَابِهٖ، رَابِعًا: أَنَّهَا قَدْ تَصِلُ إِلَى الْكُفْرِ، لِأَنَّهَا تَسْتَلْزِمُ تَجْهِيْلَ النَّبِيِّ ﷺ وَ تَسْفِيْهَهٗ، فَتَجْهِيْلُهٗ ضِدُّ الْعِلْمِ، وَ تَسْفِيْهَهٗ ضِدُّ الْحِكْمَةِ، وَ هٰذَا خَطَرٌ عَظِيْمٌ، فَهٰذِهِ الْعِبَارَةُ بَاطِلَةٌ، حَتّٰى وَ إِنْ أَرَادُوْا بِهَا مَعْنًى صَحِيْحًا، لِأَنَّ هٰؤُلَاءِ، بَحَثُوْا ، وَ تَعَمَّقُوْا، وَ خَاضُوْا فِيْ أَشْيَاءَ، كَانَ السَّلَفُ لَمْ يَتَكَلَّمُوْا فِيْهَا، فَإِنَّ خَوْضَهُمْ فِيْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ هُوَ الَّذِيْ ضَرَّهُمْ وَ أَوْ صَلَهُمْ إِلَى الْحَيْرَةِ وَ الشَّكِّ، وَ صَدَقَ النَّبِيُّ ﷺ حِيْنَ قَالَ: «**هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ**» (صحيح مسلم: 2670)، فَلَوْ أَنَّهُمْ بَقُوا عَلٰى مَا كَانَ عَلَيْهِ السَّلَفُ الصَّالِحُ، وَ لَمْ يَتَنَطَّعُوْا، لَمَا وَ صَلُوا إِلٰى هٰذَا الشَّكِّ، وَ الْحَيْرَةِ، وَ التَّحْرِيْفِ .

''اس سے ثابت ہوگیا کہ صفاتِ باری تعالیٰ میں تحریف کرنے والے یہ لوگ گمراہی پر ہیں۔ جو شخص کہتا ہے کہ ان محرفین کا طریقہ زیادہ علم پر مبنی اور ٹھوس ہے، وہ بھی گمراہ ہے۔ان کا یہ قول مشہور ہے کہ سلف صالحین کا منہج زیادہ سلامتی والا جبکہ متاخرین کا منہج زیادہ علم پر مبنی اور ٹھوس ہے۔ یہ قول متناقض ہونے کے ساتھ ساتھ کفر تک پہنچا دیتا ہے۔اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ متناقض ہے، خود وہ کہتے ہیں کہ سلف کا منہج زیادہ سلامتی والا ہے۔ یہ بات کیسے معقول ہوسکتی ہے کہ زیادہ سلامتی والا منہج تو سلف کا ہو، لیکن زیادہ علم پر مبنی اور ٹھوس وہ منہج ہو جو ان کے خلاف ہو؟ زیادہ سلامتی والا ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ وہی زیادہ علم پر مبنی اور زیادہ ٹھوس بھی ہو۔ سلامتی تو اسی وقت ہوگی جب سلامتی کے اسباب کا علم ہوگا اور ان اسباب کو اپنانے میں حکمت بھی ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ میں تحریف

اور تعطیل کرنے میں کون سا علم اور کون سی حکمت پنہاں ہے؟ تیسری بات یہ ہے کہ اس نظریے سے متاخرین کا رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے زیادہ معرفت الٰہی کے حامل ہونا لازم آتا ہے، کیونکہ سلف کا طریقہ تو وہی تھا جو نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کا تھا۔ چوتھی بات یہ ہے کہ یہ نظریہ کفر میں دھکیل دیتا ہے، کیونکہ اسے (معاذ اللہ!) نبی اکرم ﷺ پر جہالت وعدم حکمت کا فتویٰ لازم آتا ہے، کیونکہ علم نہ ہونا جہالت اور حکمت نہ ہونا عدم حکمت ہے (اگر نبی اکرم ﷺ کے پاس علم وحکمت تھی تو سلف صالحین اسی منہج پر چل کر اس سے خالی کیوں تھے؟) لہٰذا یہ بہت خطرناک اور باطل عبارت ہے، اگرچہ وہ اس سے کوئی صحیح معنی مراد لیتے ہوں، کیونکہ ان متاخرین نے ان چیزوں میں بحث وتفتیش اور غور وفکر شروع کیا ہے، جن کے بارے میں سلف صالحین نے کلام نہیں فرمائی۔ ان چیزوں میں غور و فکر نے انھیں نقصان سے دو چار کرتے ہوئے حیرانی و شک میں مبتلا کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے سچ فرمایا: «هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ» ''غلو کرنے والے ہلاک ہو گئے۔'' (صحیح مسلم: 2670) اگر یہ لوگ سلف صالحین کے منہج پر ہی قائم رہتے اور غلو سے کام نہ لیتے تو وہ اس پریشانی وشک کی دلدل میں نہ گرتے۔''

(القول المفيد على كتاب التوحيد ص671، 672)

علماء کرام کی ان محولہ عبارتوں سے پتا چلا کہ منہج سلف ہی زیادہ سلامتی والا، زیادہ ٹھوس اور زیادہ علم پر مبنی ہے، لہٰذا اسی کو اختیار کیا جائے اسی کو اپنایا جائے اس کے علاوہ کوئی اور منہج نہ تو سلامتی والا ہے اور نہ زیادہ ٹھوس اور علم پر مبنی ہے تو ایسے کمزور منہج کو کیونکر اختیار کیا جائے۔

امام اہل الشام ابو عمر الاوزاعی رحمہ اللہ (المتوفی 157ھ) فرماتے ہیں: "اصْبِرْ نَفْسَكَ عَلَى السُّنَّةِ وَقِفْ حَيْثُ وَقَفَ الْقَوْمُ وَقُلْ بِمَا قَالُوا، وَكُفَّ عَمَّا كَفُّوا عَنْهُ وَاسْلُكْ سَبِيلَ سَلَفِكَ الصَّالِحِ فَإِنَّهُ يَسَعُكَ مَا وَسِعَهُمْ."

سنت پر ڈٹ جا، وہیں ٹھہر جہاں (سلف) لوگ ٹھہرے ہیں وہی کہہ جو انھوں نے کہا، جس چیز سے وہ رکے ہیں اس سے تو بھی رک اور اپنے سلف صالحین کی راہ پر چل اس لیے کہ جو چیز (قرآن وحدیث) ان کو کافی ہوئی تھی تجھے بھی کافی ہو جائے گی۔''

(حلية الاولياء 60/5، 61 وسنده صحيح)

ثقہ امام عبداللہ بن داود الخریبی رحمہ اللہ (المتوفی 213ھ) فرماتے ہیں: ''وَاللَّهِ لَوْ بَلَغَنَا أَنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَزِيدُوا فِي الْوُضُوءِ عَلَى غَسْلِ أَظْفَارِهِمْ ،لَمَا زِدْنَا عَلَيْهِ . ''
اللہ کی قسم! اگر ہمیں یہ بات پہنچے کہ سلف صالحین نے وضو میں صرف اپنے ناخن دھوئے ہیں تو ہم اس سے زیادہ نہیں کریں گے۔ (الفقیہ والمتفقہ: 403 وسندہ صحیح)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (المتوفی: 311ھ) فرماتے ہیں: يرد أن الدين الاتباع . اس فرمان سے امام موصوف کی مراد یہ ہے کہ دین (سلف صالحین کی) پیروی کا نام ہے۔ (أيضًا)

جرح و تعدیل کے مشہور امام محمد بن ادریس ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی 277ھ) فرماتے ہیں: ''الْعِلْمُ عِنْدَنَا مَا كَانَ عَنِ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ كِتَابٍ نَاطِقٍ، نَاسِخٍ غَيْرِ مَنْسُوخٍ، وَمَا صَحَّتِ الْأَخْبَارُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا لَا مُعَارِضَ لَهُ، وَمَا جَاءَ عَنِ الْأَلِبَّاءِ مِنَ الصَّحَابَةِ مَا اتَّفَقُوا عَلَيْهِ، فَإِذَا اخْتَلَفُوا لَمْ يَخْرُجْ مِنَ اخْتِلَافِهِمْ فَإِذَا خَفِي ذَلِكَ وَلَمْ يُفْهَمْ فَعَنِ التَّابِعِينَ، فَإِذَا لَمْ يُوجَدْ عَنِ التَّابِعِينَ، فَعَنْ أَئِمَّةِ الْهُدَى مِنْ أَتْبَاعِهِمْ مِثْلِ: أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، وَحَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، وَحَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، وَسُفْيَانَ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَالْأَوْزَاعِيِّ، وَالْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، ثُمَّ مِنْ بَعْدُ، مَا لَمْ يُوجَدْ عَنْ أَمْثَالِهِمْ، فَعَنْ مِثْلِ: عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِدْرِيسَ، وَيَحْيَى بْنِ آدَمَ، وَسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ، وَوَكِيعِ بْنِ الْجَرَّاحِ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ: مُحَمَّدِ بْنِ إِدْرِيسَ الشَّافِعِيِّ، وَيَزِيدَ بْنِ هَارُونَ، وَالْحُمَيْدِيِّ، وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، وَإِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيِّ، وَأَبِي عُبَيْدٍ الْقَاسِمِ بْنِ سَلَّامٍ . ''

''ہمارے نزدیک اصل علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب ناطق (قرآن مجید) کی صورت میں غیر منسوخ ہو اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول وہ صحیح احادیث جو غیر معارض ہوں اور وہ اتفاقی مسائل جو صحابہ کرام سے منقول ہیں لیکن جب ان کا اختلاف ہو تو بھی کوئی

مسلمان ان کے اختلاف سے باہر نہیں نکل سکتا (ان کے اختلافی اقوال میں سے کسی ایک کو لے گا نہ کہ اپنے پاس سے کوئی قول گھڑے گا) جب صحابہ سے ایسا کچھ نہ ملے تو پھر تابعین سے جب تابعین سے کچھ نہ ملے تو تبع تابعین کے ائمہ ہدی سے جیسا کہ ایوب سختیانی، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، سفیان ثوری، مالک بن انس، اوزاعی اور حسن بن صالح رحمہم اللہ ہیں۔ پھر جب ان جیسے ائمہ سے بھی کچھ نہ ملے تو عبدالرحمٰن بن مہدی، عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن ادریس، یحییٰ بن آدم، سفیان بن عیینہ، وکیع بن جراح اوران کے بعد والے مثلاً: محمد بن ادریس شافعی، یزید بن ہارون، حمیدی، احمد بن حنبل، اسحاق بن ابراہیم حنظلی اور ابوعبید قاسم بن سلام رحمہم اللہ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔" (الفقيه والمتفقه: 494 وسنده صحيح)

خطیب بغدادی اس عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" قُلْتُ: قَصَدَ أَبُو حَاتِمٍ إِلَى تَسْمِيَةِ هؤُلَاءِ، لِأَنَّهُمْ كَانُوا الْمَشْهُورِينَ مِنْ أَئِمَّةِ أَهْلِ الْأَثَرِ فِي أَعْصَارِهِمْ، وَلَهُمْ نُظَرَاءُ كَثِيرُونَ مِنْ أَهْلِ كُلِّ عَصْرٍ أُولُو نَظَرٍ وَاجْتِهَادٍ، فَمَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ فَهُوَ الْحُجَّةُ، وَيَسْقُطُ الِاجْتِهَادُ مَعَ إِجْمَاعِهِمْ، فَكَذَلِكَ إِذَا اخْتَلَفُوا عَلَى قَوْلَيْنِ، لَمْ يَجُزْ لِمَنْ بَعْدَهُمْ إِحْدَاثُ قَوْلٍ ثَالِثٍ."

میں کہتا ہوں: ابوحاتم نے یہ نام اس لیے ذکر کیے ہیں کہ یہ اپنے زمانے کے مشہور آئمہ محدثین تھے اور ہر دور میں ان جیسے اور بھی اہل نظر واجتہاد موجود رہے ہیں، چنانچہ جس بات پر یہ سب اجماع کرلیں تو وہ حجت ہے اور ان کے اجماع کے بعد اجتہاد ساقط ہوجاتا ہے اسی طرح جب ان سے کسی مسئلے میں اختلاف کرتے ہوئے دو قول منقول ہوں تو بعد والوں کے لیے کوئی تیسرا قول نکالنا جائز نہیں۔" (الفقيه والمتفقه: 494 وسنده صحيح)

بہرحال ائمہ سلف کے ان اقوال سے یہ بات واضح ہوئی کہ سلف صالحین کا عقیدہ ومنہج اپنانے میں ہی عافیت ہے اسی عقیدے ومنہج کو لیا جائے جو سلف صالحین سے منقول وثابت ہو۔ جب عقیدہ ومنہج کا ثبوت سلف صالحین سے نہ ملے اس سے بچا جائے۔ اسلاف کے منہج کے خلاف ہر عقیدہ ومنہج باطل اور مردود ہے گمراہی کا باعث ہے۔

مشاجرات صحابہ کرام کے بارے میں سلف کا موقف

ابو القاسم نوید شوکت

(قسط:۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ خوش نصیب اور جلیل القدر لوگ ہیں جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، یہ شرف پوری امت میں سے صرف انہیں حاصل ہے اور اس مقام و مرتبہ میں کوئی ان کا شریک نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ان کو اپنی رضامندی کی بشارتیں دنیا ہی میں عطا کر دیں۔ تمام اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں، برخلاف روافض کے، وہ ان پاک باز ہستیوں کے بارے میں زبان درازی کرتے ہیں اور انہیں گالیاں دیتے ہیں۔ (والعیاذ باللہ) اہل سنت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ جو شخص کسی ایک صحابی کی بھی تنقیص کرتا ہے یا ان کی شان میں گستاخی کرتا ہے وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے اور اس بات پر بھی اہل سنت کا اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو اجتہادی وجوہ کی بنا پر جنگیں ہوئیں، ان پر کسی قسم کی حرف گیری کرنے کے بجائے مکمل سکوت اختیار کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہم سلف صالحین کے چند اقوال نقل کریں گے جس سے واضح ہو جائے گا کہ اس بارے میں سلف صالحین کا کیا موقف تھا (ان شاء اللہ) کیونکہ ہمارا یہ منہج ہے کہ ہم قرآن وسنت کو سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں سمجھتے ہیں، آج فتنوں کا دور ہے ہر طرف فتنے ہی فتنے ہیں، ان فتنوں سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم قرآن وسنت کو اپنے اسلاف کے فہم کی روشنی میں سمجھیں جس طرح دیگر مسائل کو سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں سمجھا ہے اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والی جنگوں کے بارے میں بھی ہم نے یہی دیکھنا ہے کہ ہمارے سلف کا اس سلسلے میں کیا موقف تھا۔ آج کل بعض لوگ دن رات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غلطیاں نت نئے انداز سے عوام کے اندر پھیلانے میں مصروف ہیں۔ یہ حضرات صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کی ان جنگوں کو بنیاد بنا کر بعض صحابہ کی گستاخی تک کر جاتے ہیں، پھر بھی یہ لوگ اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں، جبکہ ان کا یہ طریقۂ کار اہل سنت کے طرزِ عمل سے بالکل برعکس ہے۔ اہل سنت کا موقف تو یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی جنگوں کا تذکرہ بھی عوام میں نہ کیا جائے، بلکہ ان کے لیے رحمت اور استغفار کی دعا کی جائے۔ اس بارے میں سلف صالحین کے بعض اقوال پیشِ خدمت ہیں، تاکہ عام وخاص پر واضح ہو جائے کہ ہر دور میں اہل حق کا یہی موقف ومسلک رہا ہے۔

۱) شھاب بن خراش بن حوشب (متوفی:۱۷۱ھ) نے کہا:" أَدْرَكْتُ مَنْ أَدْرَكْتُ مِنْ صَدْرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ: اذْكُرُوْا مَحَاسِنَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَا تَأْتَلِفُ عَلَيْهِ الْقُلُوْبُ، وَلَا تَذْكُرُوا الَّذِيْ شَجَرَ بَيْنَهُمْ فَتُحَرِّشُوا النَّاسَ عَلَيْهِمْ." اس امت کے پہلے لوگ جن کو میں نے پایا ہے وہ سب یہی کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی نیکیاں ذکر کرو، تاکہ دل نرم ہوں اور ان کی آپس کی جنگوں کا تذکرہ نہ کرو کہ تم لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاؤ۔

(الكامل لابن عدي٥/ ٥٣ ت ٨٩٤، نسخه أخرى٦/ ١٦١، وسنده حسن)

۲) امام العوام بن حوشب رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۴۸) نے کہا: " اذْكُرُوا مَحَاسِنَ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَأْتَلِفُ عَلَيْهِ الْقُلُوبُ، وَلَا تَذْكُرُوا مَسَاوِيَهُمْ، فَتُحَرِّشُوا النَّاسَ عَلَيْهِمْ"محمد علیہ السلام کے صحابہ کی نیکیوں کو ذکر کرو، تاکہ دل نرم ہوں اور ان کی (اجتہادی) خطاؤں کو بیان نہ کرو کہ تم لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاؤ۔

(السنة للخلال ٣/ ٥١٣، وسنده حسن)

۳) امام ابوبکر المروذی (متوفی ۲۷۵ھ) کہتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ (متوفی: ۲۴۱ھ) سے پوچھا گیا:

"مَا تَقُولُ فِيمَا كَانَ مِنْ عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ؟ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: مَا أَقُولُ فِيهَا إِلَّا الْحُسْنَى، رَحِمَهُمُ اللَّهُ أَجْمَعِينَ" آپ سیدنا علی اور سیدنا

معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو (جھگڑا) ہوا، اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: میں ان کے بارے میں اچھی بات ہی کہتا ہوں، اللہ ان سب پر رحم فرمائے۔

(السنة للخلال ١/ ٤٦٠ ، وسنده حسن)

٤) امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم (متوفی ۳۲۷ھ) کہتے ہیں: "سَأَلْتُ أَبِي وَأَبَا زُرْعَةَ عَنْ مَذَاهِبِ أَهْلِ السُّنَّةِ فِيْ أُصُولِ الدِّينِ ، وَمَا أَدْرَكَا عَلَيْهِ الْعُلَمَاءَ فِيْ جَمِيعِ الْأَمْصَارِ ، وَمَا يَعْتَقِدَانِ مِنْ ذَلِكَ ، فَقَالَا: أَدْرَكْنَا الْعُلَمَاءَ فِی جَمِيعِ الْأَمْصَار حِجَازًا وَعِرَاقًا وَشَامًا وَيَمَنًا فَكَانَ مِنْ مَذْهَبِهِمُ: الْإِيمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ ، يَزِيدُ وَيَنْقُصُ، وَالْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ بِجَمِيعِ جِهَاتِهِ ، وَالْقَدَرُ خَيْرُهُ وَشَرُّهُ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ، وَخَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ ، ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ ، ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ، وَهُمُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ الْمَهْدِيُّونَ ، وَأَنَّ الْعَشَرَةَ الَّذِينَ سَمَّاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَهِدَ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ عَلَى مَا شَهِدَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُهُ الْحَقّ ، وَالتَّرَحُّمُ عَلَى جَمِيعِ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ وَالْكَفُّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ."

میں نے اپنے والد (ابوحاتم الرازی) اور ابوزرعہ الرازی رحمہما اللہ سے اصول دین میں مذاہب اہل سنت کے بارے میں پوچھا اور یہ کہ انھوں نے تمام شہروں کے علماء کو کس (عقیدے) پر پایا ہے اور آپ دونوں کا کیا عقیدہ ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: ہم نے حجاز، عراق، مصر، شام اور یمن کے تمام شہروں میں علماء کو اس مذہب پر پایا۔ پھر انھوں (امام ابن ابی حاتم) نے وہ باتیں ذکر کیں، ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کے بارے میں رحمت کی دعا مانگنی چاہیے اور ان کے درمیان جو اختلافات تھے ان کے بارے میں (مکمل) سکوت کرنا چاہیے۔

(کتاب اصول الدین و اعتقاد الدین لابن ابی حاتم و عقیدة الرازیین ، ص۲۳۹)

۵) امام یحییٰ بن حسان (متوفی ۲۰۸ھ) نے کہا: "وَتَذَاكَرُوا، مَا كَانَ بَيْنَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَا جَرَى مِنَ الْكَلَامِ بَيْنَهُمْ، فَقَالَ: لَيْسَ لَنَا أَنْ نَقُولَ مَا قَالُوا فِي أَنْفُسِهِمْ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ: كَيْفَ بِحَدِيثِ شِهَابِ بْنِ خِرَاشٍ، عَنْ عَمِّهِ: تَذَاكَرُوا مَحَاسِنَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ كَيْ تَأْتَلِفَ عَلَيْهِمْ قُلُوبُ النَّاسِ، وَلَا تَذْكُرُوا مَسَاوِيَهُمْ." نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے (فضائل ومناقب کے) تذکرے کرو اور جوان کے مابین واقعات وحوادث ہوئے، پھر انھوں نے (خود ہی) کہا: ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم ان کی (آپس کی) باتوں پر تبصرہ کریں، پھر کہا کہ حماد (بن زید رحمہ اللہ) نے فرمایا: شہاب بن خراش نے اپنے چچا سے کیسی (عمدہ) بات نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے محاسن (خوبیاں) بیان کرو، تاکہ لوگوں کے دل ان کے لیے نرم ہوں اور ان کی خطائیں ذکر نہ کرو۔ (السنة للخلال ۳/ ۵۱۲، وسنده صحيح)

۶) امام محمد بن حسین الآجری (متوفی ۳۶۰ھ) نے کہا: "يَنْبَغِي لِمَنْ تَدَبَّرَ مَا رَسَمْنَاهُ مِنْ فَضَائِلِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَفَضَائِلِ أَهْلِ بَيْتِهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ أَنْ يُحِبَّهُمْ وَيَتَرَحَّمَ عَلَيْهِمْ وَيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ، وَيَتَوَسَّلَ إِلَى اللّٰهِ الْكَرِيمِ لَهُمْ وَيَشْكُرَ اللّٰهَ الْعَظِيمَ إِذْ وَفَّقَهُ لِهَذَا، وَلَا يَذْكُرَ مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ وَلَا يَنْقُرَ عَنْهُ وَلَا يَبْحَثَ، فَإِنْ عَارَضَنَا جَاهِلٌ مَفْتُونٌ قَدْ خُطِيءَ بِهِ عَنْ طَرِيقِ الرَّشَادِ فَقَالَ: لِمَ قَاتَلَ فُلَانٌ لِفُلَانٍ وَلِمَ قَتَلَ فُلَانٌ لِفُلَانٍ وَفُلَانٍ؟ . قِيلَ لَهُ: مَا بِنَا وَبِكَ إِلَى ذِكْرِ هَذَا حَاجَةٌ تَنْفَعُنَا وَلَا اضْطُرِرْنَا إِلَى عِلْمِهَا. فَإِنْ قَالَ: وَلِمَ؟ قِيلَ لَهُ: لِأَنَّهَا فِتَنٌ شَاهَدَهَا الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَكَانُوا فِيهَا عَلَى حَسَبِ مَا أَرَاهُمُ الْعِلْمُ بِهَا وَكَانُوا أَعْلَمَ بِتَأْوِيلِهَا مِنْ غَيْرِهِمْ، وَكَانُوا أَهْدَى سَبِيلًا مِمَّنْ جَاءَ بَعْدَهُمْ لِأَنَّهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ، عَلَيْهِمْ نَزَلَ الْقُرْآنُ وَشَاهَدُوا الرَّسُولَ ﷺ وَجَاهَدُوا مَعَهُ وَشَهِدَ لَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِالرِّضْوَانِ وَالْمَغْفِرَةِ وَالْأَجْرِ الْعَظِيمِ، وَشَهِدَ لَهُمُ الرَّسُولُ ﷺ

أَنَّهُمْ خَيْرُ قَرْن. فَكَانُوا بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَعْرَفَ وَبِرَسُولِهِ ﷺ وَبِالْقُرْآن وَبِالسُّنَّةِ وَمِنْهُمْ يُؤْخَذُ الْعِلْمُ وَفِى قَوْلِهِمْ نَعِيشُ، وَبِأَحْكَامِهِمْ نَحْكُمُ وَبِأَدَبِهِمْ نَتَأَدَّبُ وَلَهُمْ نَتَّبِعُ وَبِهَذَا أُمِرْنَا. فَإِنْ قَالَ: وَإِيشِ الَّذِى يَضُرُّنَا مِنْ مَعْرِفَتِنَا لِمَا جَرَى بَيْنَهُمْ وَالْبَحْثِ عَنْهُ؟. قِيلَ لَهُ: مَا لَا شَكَّ فِيهِ وَذَلِكَ أَنَّ عُقُولَ الْقَوْمِ كَانَتْ أَكْبَرَ مِنْ عُقُولِنَا، وَعُقُولُنَا أَنْقَصُ بِكَثِيرٍ وَلَا نَأْمَنُ أَنْ نَبْحَثَ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ فَنَزِلَّ عَنْ طَرِيقِ الْحَقِّ وَنَتَخَلَّفَ عَمَّا أُمِرْنَا فِيهِمْ. فَإِنْ قَالَ: وَبِمَ أُمِرْنَا فِيهِمْ؟. قِيلَ: أُمِرْنَا بِالِاسْتِغْفَارِ لَهُمْ وَالتَّرَحُّمِ عَلَيْهِمْ وَالْمَحَبَّةِ لَهُمْ وَالِاتِّبَاعِ لَهُمْ، دَلَّ عَلَى ذَلِكَ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَقَوْلُ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَمَا بِنَا حَاجَةٌ إِلَى ذِكْرِ مَا جَرَى بَيْنَهُمْ، قَدْ صَحِبُوا الرَّسُولَ ﷺ وَصَاهَرَهُمْ وَصَاهَرُوهُ، فَبِالصُّحْبَةِ يَغْفِرُ اللَّهُ الْكَرِيمُ لَهُمْ، وَقَدْ ضَمِنَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِى كِتَابِهِ أَنْ لَا يُخْزِىَ مِنْهُمْ وَاحِدًا وَقَدْ ذَكَرَ لَنَا اللَّهُ تَعَالَى فِى كِتَابِهِ أَنَّ وَصْفَهُمْ فِى التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ، فَوَصَفَهُمْ بِأَجْمَلِ الْوَصْفِ وَنَعَتَهُمْ بِأَحْسَنِ النَّعْتِ، وَأَخْبَرَنَا مَوْلَانَا الْكَرِيمُ أَنَّهُ قَدْ تَابَ عَلَيْهِمْ، وَإِذَا تَابَ عَلَيْهِمْ لَمْ يُعَذِّبْ وَاحِدًا مِنْهُمْ أَبَدًا رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُون. فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: إِنَّمَا مُرَادِى مِنْ ذَلِكَ لِأَنْ أَكُونَ عَالِمًا بِمَا جَرَى بَيْنَهُمْ فَأَكُونَ لَمْ يَذْهَبْ عَلَيَّ مَا كَانُوا فِيهِ لِأَنِّي أُحِبُّ ذَلِكَ وَلَا أَجْهَلُهُ. قِيلَ لَهُ: أَنْتَ طَالِبُ فِتْنَةٍ لِأَنَّكَ تَبْحَثُ عَمَّا يَضُرُّكَ وَلَا يَنْفَعُكَ وَلَوِ اشْتَغَلْتَ بِإِصْلَاحِ مَا لِلَّهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْكَ فِيمَا تَعَبَّدَكَ بِهِ مِنْ أَدَاءِ فَرَائِضِهِ وَاجْتِنَابِ مَحَارِمِهِ كَانَ أَوْلَى بِكَ. وَقِيلَ: وَلَا سِيَّمَا فِى زَمَانِنَا هَذَا مَعَ قُبْحِ مَا قَدْ ظَهَرَ فِيهِ مِنَ الْأَهْوَاءِ الضَّالَّةِ. وَقِيلَ لَهُ: اشْتِغَالُكَ بِمَطْعَمِكَ وَمَلْبَسِكَ مِنْ أَيْنَ هُوَ؟ أَوْلَى بِك، وَتَكَسُّبُكَ لِدِرْهَمِكَ مِنْ أَيْنَ هُوَ؟ وَفِيمَا تُنْفِقُهُ؟ أَوْلَى بِكَ.

وَقِيلَ: لَا يَأْمَنُ أَنْ يَكُونَ بِتَنْقِيرِكَ وَبَحْثِكَ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَ الْقَوْمِ إِلَى أَنْ يَمِيلَ قَلْبُكَ فَتَهْوَى مَا لَا يَصْلُحُ لَكَ أَنْ تَهْوَاهُ وَيَلْعَبَ بِكَ الشَّيْطَانُ فَتَسُبَّ وَتُبْغِضَ مَنْ أَمَرَكَ اللَّهُ بِمَحَبَّتِهِ وَالِاسْتِغْفَارِ لَهُ وَبِاتِّبَاعِهِ فَتَزِلَّ عَنْ طَرِيقِ الْحَقِّ وَتَسْلُكَ طَرِيقَ الْبَاطِلِ. فَإِنْ قَالَ: فَاذْكُرْ لَنَا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَعَمَّنْ سَلَفَ مِنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ مَا يَدُلُّ عَلَى مَا قُلْتَ لِتَرُدَّ نُفُوسَنَا عَمَّا تَهْوَاهُ مِنَ الْبَحْثِ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ. قِيلَ لَهُ: قَدْ تَقَدَّمَ ذِكْرُنَا لِمَا ذَكَرْتُهُ مِمَّا فِيهِ بَلَاغٌ وَحُجَّةٌ لِمَنْ عَقَلَ ، وَنُعِيدُ بَعْضَ مَا ذَكَرْنَاهُ لِيَتَيَقَّظَ بِهِ الْمُؤْمِنُ الْمُسْتَرْشِدُ إِلَى طَرِيقِ الْحَقِّ: قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا ,يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ,وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ (الفتح:29). ثُمَّ وَعَدَهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ الْمَغْفِرَةَ وَالْأَجْرَ الْعَظِيمَ، وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ:﴿لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ﴾(التوبة: 117) وَقَالَ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ﴾ (التوبة:100) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ ، وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ﴾(التحريم: 8) الْآيَةُ، وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ﴾ (آل عمران:110) الْآيَةُ. وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الفتح:18) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَثْنَى عَلَى مَنْ جَاءَ بَعْدَ الصَّحَابَةِ فَاسْتَغْفَرَ لِلصَّحَابَةِ وَسَأَلَ مَوْلَاهُ الْكَرِيمَ أَنْ لَا

يَجْعَلَ فِى قَلْبِهِ غِلًّا لَهُمْ ، فَأَثْنَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ بِأَحْسَنِ مَا يَكُونُ مِنَ الثَّنَاءِ؛ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ . وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ . وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ نَظَرَ فِى قُلُوبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ ﷺ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ ، وَبَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ ، ثُمَّ نَظَرَ فِى قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ ﷺ يُقَاتِلُونَ عَلَى دِينِهِ ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يُقَالُ لِمَنْ سَمِعَ هَذَا مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِنْ كُنْتَ عَبْدًا مُوَفَّقًا لِلْخَيْرِ اتَّعَظْتَ بِمَا وَعَظَكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ ، وَإِنْ كُنْتَ مُتَّبِعًا لِهَوَاكَ خَشِيتُ عَلَيْكَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللّٰهِ﴾(القصص:50) وَكُنْتَ مِمَّنْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ﴾ (الأنفال:23) . وَيُقَالُ لَهُ: مَنْ جَاءَ إِلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى يَطْعَنَ فِى بَعْضِهِمْ وَيَهْوَى بَعْضَهُمْ وَيَذُمَّ بَعْضًا وَيَمْدَحَ بَعْضًا فَهَذَا رَجُلٌ طَالِبُ فِتْنَةٍ ، وَفِى الْفِتْنَةِ وَقَعَ؛ لِأَنَّهُ وَاجِبٌ عَلَيْهِ مَحَبَّةُ الْجَمِيعِ وَالِاسْتِغْفَارِ لِلْجَمِيعِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَنَفَعَنَا بِحُبِّهِمْ ، وَنَحْنُ نَزِيدُكَ فِى الْبَيَانِ لِيَسْلَمَ قَلْبُكَ لِلْجَمِيعِ وَتَدَعَ الْبَحْثَ وَالتَّنْقِيرَ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ . “

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل کے بارے میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے، اس پر غور وفکر کرنے والے کے لیے لازم ہے کہ وہ ان سے محبت کرے، ان کے لیے رحمت کی دعا مانگے، ان کے لیے استغفار کرے اور اللہ کریم کی طرف ان کے لیے وسیلہ تلاش کرے (یعنی رحمت کی دعا اور بخشش کی دعا کے ذریعے سے) اور اللہ عظیم کا شکر ادا

کرے کہ اس نے اسے اس کی توفیق دی ہے اور ان کے آپس کے اختلاف ہیں انہیں ذکر نہ کرے اور نہ کریدے ان کو اور نہ بحث کرے۔ پس اگر کوئی جاہل فتنے باز سیدھے رستے سے ہٹا ہوا شخص ہم سے جھگڑا کرے اور وہ کہے: فلاں نے فلاں سے لڑائی کیوں کی؟ فلاں نے فلاں کو کیوں قتل کیا؟ تو اس سے کہا جائے گا: ہمیں اور تمہیں ان باتوں کے ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہم ان باتوں کو جاننے کے مکلّف و مجبور ہیں (کہ انہیں جانے بغیر کوئی چارہ نہیں) پس اگر وہ کہے کس لیے؟ تو اس سے کہا جائے گا: کیوں کہ وہ جنگیں فتنے تھے جن کا مشاہدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا اور وہ اپنے اپنے علم کے مطابق ان میں واقع ہوئے اور وہ دوسروں کی نسبت ان کی تاویل و حقیقت کو زیادہ جانتے تھے اور وہ بعد میں آنے والوں کی نسبت زیادہ سیدھے رستے پر تھے، کیونکہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اپنی رضا مندی، مغفرت اور اجر عظیم کی گواہی دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گواہی دی کہ وہ بہترین زمانے میں ہیں۔ وہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) اللہ (عز وجل اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن وسنت کو زیادہ پہچاننے والے تھے اور ان کی بیان کردہ باتوں کی وجہ سے ہم زندگی گزار رہے ہیں اور انھی کے سکھائے ہوئے احکام کے ساتھ ہم فیصلے کرتے ہیں اور انھی کے سکھائے ہوئے ادب سے ہم ادب سیکھتے ہیں اور انھی کے سبب سے ہم (صراط مستقیم) کی پیروی کرتے ہیں اور اسی بات کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ پس اگر وہ کہے: ہمیں کیا نقصان ہو گا کہ ہم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے درمیان ہونے والے اختلاف کو جانیں اور ان سے متعلق بحث کریں؟ تو اس سے کہا جائے گا: اس میں کوئی شک نہیں (کہ ہمیں نقصان ہو گا) کیونکہ ان لوگوں کی سوجھ بوجھ ہماری سوجھ بوجھ سے زیادہ تھی اور ہماری سمجھ بہت کم ہے۔ اگر ہم ان کے آپس کے اختلافات سے متعلق بحث کریں تو ہم محفوظ نہیں ہیں، ہم سیدھے راستے سے پھسل جائیں گے اور جو ہمیں ان کے بارے میں حکم دیا گیا ہے اس سے ہم پیچھے رہ جائیں گے۔ اگر وہ کہے کہ ان کے بارے میں کس چیز کا حکم دیا گیا ہے؟

تو کہا جائے گا: ہمیں ان کے لیے استغفار کا حکم دیا گیا ہے اور ان کے لیے رحمت کی دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ہمیں ان کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے جس پر قرآن وسنت اور ائمہ مسلمین کے اقوال دلالت کرتے ہیں جو ان کے آپس کے اختلافات ہیں ہمیں ان کو ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ صحابہ کرام کو نبی کریم ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی (نبی کریم ﷺ) نے ان سے اپنا رشتہ جوڑا اور انھوں نے نبی ﷺ سے رشتہ جوڑا، چنانچہ اس صحبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ضمانت دی ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی رسوانہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمارے لیے ذکر کر دیا ہے کہ ان کے اوصاف تورات اور انجیل میں بھی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے خوبصورت وصف کو بیان کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی سب سے اچھی تعریف بیان کی ہے۔ ہمیں ہمارے مالک کریم نے خبر دی ہے کہ اس نے ان کی توبہ کو قبول کرلیا ہے اور جب اس نے ان کی توبہ قبول کر لی ہے تو وہ ان میں سے کسی ایک کو بھی کبھی عذاب نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اپنے رب سے راضی ہو گئے یہی اللہ کی جماعت ہے۔ خبردار! بے شک اللہ کی جماعت وہی کامیاب ہونے والی جماعت۔ پس اگر کوئی کہنے والا کہے: میری مراد اس سے محض یہ ہے کہ میں ان کے آپس کے اختلافات کو جان لوں، تا کہ میں ان حوادث کا شکار نہ ہو جاؤں جن سے وہ دوچار ہوئے، کیونکہ میں ان (حالات) کو جاننا پسند کرتا ہوں اور اس سے بے خبر نہیں رہنا چاہتا۔ تو اس سے کہا جائے گا: تو فتنے کو تلاش کرنے والا ہے تا کہ تو اس چیز میں بحث کرے جو تجھے نقصان پہنچاتی نہ نفع دیتی ہے اور اگر تو اس چیز کی اصلاح کرنے میں مشغول ہو جائے جس کو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے ضروری قرار دیا ہے پھر تُو اس کے فرائض ادا کر سکے اور اس کی حرام کردہ چیزوں سے بچ سکے تو یہ تیرے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اور کہا جائے گا: بطورِ خاص ہمارے اس دور میں کہ جس میں گمراہ کن خواہشات کی وبا پھیل چکی ہے۔

اور اسے کہا جائے گا: تیرا اپنے کھانے پینے کے بارے میں غور وفکر کرنا کہ وہ کہاں سے ہے

(یعنی حلال طریقے سے ہے یا حرام طریقے سے) یہ تیرے لیے زیادہ بہتر ہے اور اپنے درہموں کی کمائی کے بارے میں کہ وہ کہاں سے ہیں؟ اور انہیں تو کہاں خرچ کرتا ہے، یہ تیرے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اور کہا جائے گا: تیرا لوگوں کے اختلافات کے بارے میں کریدنا اور بحث کرنا اس امر سے محفوظ نہیں کہ تیرا دل اس طرف مائل ہو جائے جو تیرے لیے درست نہیں اور شیطان تیرے ساتھ کھیلے، پھر تو اسے برا بھلا کہے اور اس سے بغض رکھے جس سے اللہ تعالیٰ نے محبت کا حکم دیا ہے اور اس کے لیے استغفار کا حکم دیا ہے اور اس کے اتباع کا حکم دیا ہے، سو تو راہِ حق سے پھل کر باطل کے رستے پر چل پڑے گا۔ اگر وہ کہے: کتاب وسنت اور سلف صالحین و علمائے مسلمین کے اقوال و افعال ہمیں بتاؤ جو تمہارے موقف پر دلالت کریں تا کہ ہم اس میں واقع ہونے سے بچ سکیں۔ اسے کہا جائے گا: ہم تمہاری اس بات کا تذکرہ کر چکے ہیں جس میں عقل و بصیرت والے کے لیے پیغام اور حجت ہے، تاہم بعض کو دوبارہ بیان کیے دیتے ہیں تا کہ ہدایت چاہنے والا مومن رہ حق کی طرف چوکنا اور متنبہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انہیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی، کاشت کاروں کو خوش کرتی ہے، تا کہ وہ ان کے ذریعے سے کافروں کو غصہ دلائے۔'' (الفتح: ۲۹) بعض ازاں ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ نے نبی پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار پر بھی جو تنگ دستی کی گھڑی میں ان کے ساتھ رہے۔'' (التوبۃ: ۱۱۷) نیز فرمایا: ''مہاجرین و انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے،

اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے......" (التوبۃ:۱۰۰) اور فرمایا: "جس دن اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے، رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرفوں میں دوڑ رہا ہو گا......" (التحریم:۸) اور فرمایا: "تم بہترین امت ہو......" (آل عمرن:۱۰۰) اسی طرح فرمایا: "یقیناً اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا......" (الفتح:۱۸)

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی جو صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے بعد آئے، جنھوں نے صحابہ کے لیے بخشش طلب کی اور اپنے مولا کریم سے سوال کیا کہ وہ اس کے دل میں کسی قسم کا کینہ ان کے لیے نہ پیدا کرے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی بہت ہی خوب تعریف، جو ان کے لیے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم میں سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے۔ اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔" (الحشر:۱۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں میں سے بہترین زمانہ میرا ہے، پھر ان لوگوں کا جو ان کے بعد ہیں، پھر ان کا جو ان کے بعد ہیں۔" (صحیح بخاری:۲۶۵۲، صحیح مسلم:۲۵۳۳)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تمام لوگوں کے دلوں سے بہترین پایا، چنانچہ انہیں اپنے لیے چن لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث کیا، پھر لوگوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے بعد، اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کے دلوں کو بقیہ لوگوں کے دلوں سے بہتر پایا، لہٰذا انہیں اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وزراء بنا دیا وہ قتال کرتے ہیں اس کے دین کے لیے۔ (مسند احمد:۱/۳۷۹ وسندہ حسن)

محمد بن حسین رحمہ اللہ نے کہا: جس شخص نے یہ باتیں اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیں اسے کہا جائے گا: اگر تو خیر کو تلاش کرنے والا بندہ ہے تو نصیحت قبول کر جو اللہ

عزوجل نے تجھے نصیحت کی ہے اور اگر تو اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والا ہے تو مجھے خدشہ ہے کہ تو اس آیت کا مصداق بن جائے گا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔'' (القصص: ۵۰) نیز اس آیت کے بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انہیں ضرور سنوا دیتا اور اگر وہ انہیں سنوا دیتا تو بھی وہ منہ پھیر جاتے، اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے ہوتے۔'' (الانفال: ۲۳) اور کہا جائے گا اس کو: جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی طرف آتا ہے حتیٰ کہ ان میں سے بعض پر طعن کرتا ہے اور بعض کی مذمت کرتا ہے اور بعض کی تعریف کرتا ہے تو یہ آدمی فتنے کا طالب ہے اور فتنے میں واقع ہو چکا ہے کیونکہ اس پر تمام (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی محبت اور ان کے لیے استغفار کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ہمیں ان کی محبت کے ذریعے سے نفع دے۔ ہم مزید بیان کریں گے تا کہ تیرا دل تمام صحابہ کرام کے لیے صحیح سلامت ہو جائے اور تو ان کے مابین اختلافات سے متعلق بحث و تنقیر کو چھوڑ دے۔ (الشريعة للآجري ج ٥ ص ٢٤٨٥)

MONTHLY ISHA'AT AlHadith HAZRO

ہمارا عزم
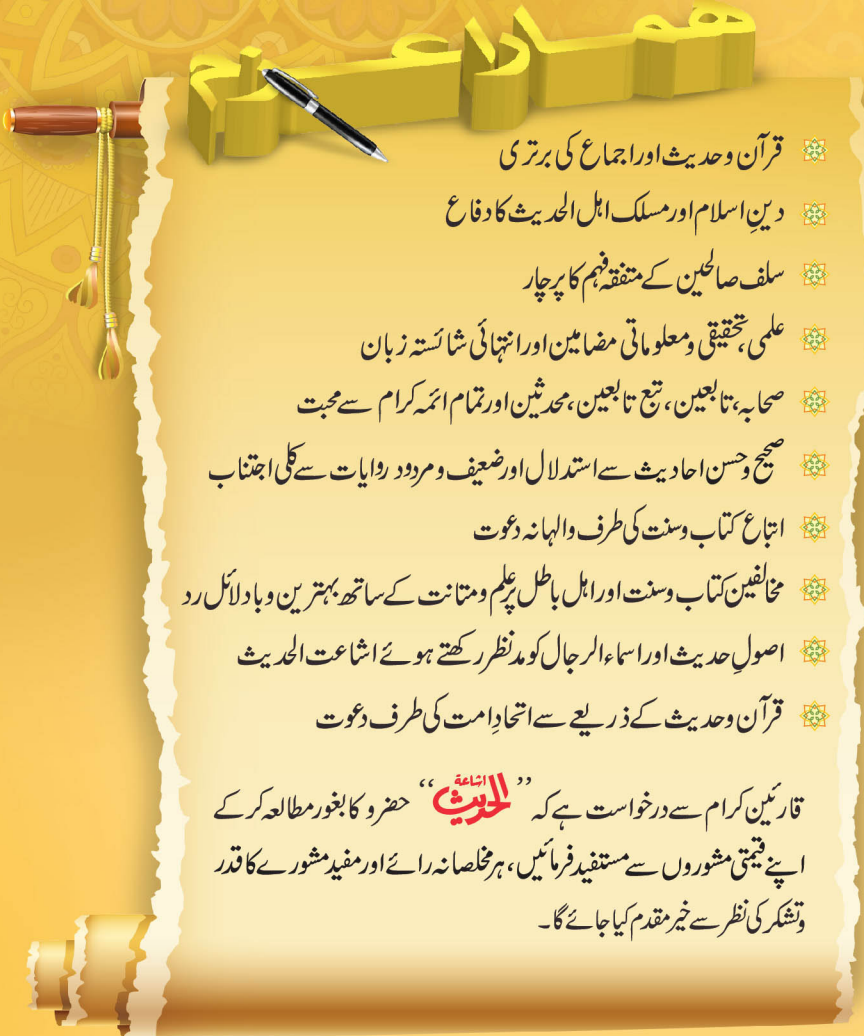
- قرآن وحدیث اوراجماع کی برتری
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح وحسن احادیث سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباعِ کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم ومتانت کے ساتھ بہترین و بادلائل رد
- اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- قرآن وحدیث کے ذریعے سے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''اشاعۃ الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ رائے اور مفید مشورے کا قدر وتشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔

ishaatulhadith@gmail.com
ishaatulhadith.com ishaatulhadith
0300-8663828